ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
مُلتان

جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ
اکتوبر ۱۹۹۸ء
۱۰

شریعت بل
خوش آئند مگر -----
امیر الاحرار سید عطاء المحسن بخاری کی فکر انگیز تحریر

خدمتِ خلق کی اہمیّت
(منصور الزمان صدیقی)

قرآن وسُنّت کی بالادستی کا قانونی سفر
(مولانا زاہد الراشدی)

افاداتِ ابوذر

ہر قادیانی کے نام
(مولانا عاشق الٰہی بلند شہری)

اخبارُ الاحرار
مجلس احرارِ اسلام کی تنظیمی سرگرمیاں

احرار تیار ہیں!

ہمیں آج احتجاج و مطالبہ کے نام سے حکومت کو کچھ نہیں کہنا ہے، بلکہ اظہار مافی الضمیر کے طور پر صرف یہ بتانا ہے کہ ہماری جماعت کے عزم و ہمت، صبر و تحمل اور ایثار وفاء کی بے مثال، ناقابل تردید اور روشن تاریخ سے برصغیر کا بچہ بچہ واقف ہے۔ ہمارے بپھرے ہوئے شیروں کے جذبۂ غیرت و حمیت، مظاہرۂ شجاعت و استقامت اور ذوقِ جہاد و شہادت کی علم بردار اور خون و آتش میں ڈوبی ہوئی زندگی کے ایک ایک دن سے قوم کا ہر فرد آشنا ہے۔ تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت جیسی بے مثال ولازوال تحریک و جدوجہد بھی ہماری ہی جماعت کی جبین تاریخ کا درخشندہ جھومر ہے۔ جس عظیم تحریک سے غداری اور اس پر فرعونی و پرویزی اور دابری و چنگیزی مظالم روا رکھنے والوں پر آج تک اس کی ہیبت طاری ہے اور حقیقتاً ان کا سکون غارت اور نیندیں حرام ہیں۔ تو جس جماعت کے دامن میں ایسا انمول دینی و سیاسی سرمایہ ہو، حکومت عوام اور ان کی حقیقی نمائندہ خالص دینی تنظیمات کی پالیسیوں میں تغیر کی خواہش سے پہلے اپنی بازیگرانہ ڈپلومیسی میں واضح تبدیلی پیدا کرے اور اس پر مستقل و مستحکم رہ کر اپنے آپ کو قابل اعتماد ثابت کرے۔ ورنہ آج نہیں تو کل، حالات بالضرور الٹ پلٹ ہوں گے۔ یہ قانون فطرت اور تاریخی حقیقت ہے، جس سے نہ تو پہلے کوئی فرد و گروہ اور اہل اقتدار و عوام دوچار ہوئے بنا رہ سکے اور نہ ہی اس کی بڑھتی اور اڈتی ہوئی لہروں کی زد سے کوئی برخود غلط بچ سکتا ہے۔ اس لئے جس حکومت کو مظلوموں کی تائید و حمایت کی توفیق نصیب نہ ہو رہی ہو، کم از کم وہ ان کے اُبلتے ہوئے جذبات اور دہکتے ہوئے دینی و سیاسی غیظ و غضب کے ساتھ شتر غمزہ اور مغرورانہ چھیڑ چھاڑ سے باز رہے اس کے اور ملک و ملت کے لئے بہتر ہے۔ ورنہ انقلاب احوال کی سنگینی کے متعلق قطعاً کوئی غلط فہمی ہرگز نہ رہنی چاہیے۔ یہ دنیاء اقتدار و حکومت اور ملک و سلطنت چند روزہ ہے، کسی کے باوا کی جاگیر نہیں۔ مسلمان تو خیر صرف اللہ کے بندے ہیں۔ مطلقاً بنی نوع انسان کسی فرعون و نمرود کے غلام اور زر خرید نہیں رہ سکتے۔

فدائیان احرار سے ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ وہ اپنے ایمان و تاریخ کا بھرپور جائزہ لے کر بڑی سے بڑی آزمائش کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ نہیں معلوم کس وقت بگل بج جائے اور انہیں راہ قید و بند اور منزل دار و رسن کی طرف کوچ کا حکم مل جائے۔ اگر کافر فرنگ کے تیس سالہ ظلم و جفا اور پھر اس کی ناجائز سیاسی اولاد کے ہاتھوں مسلسل جور و ستم کی چکی میں پس کر بھی وہ کسی سے مٹائے نہیں جا سکے تو وہ پتھر پر لکیر سمجھ لیں کہ ان شاء اللہ دنیا کی کوئی بھی طاقت ان کو مٹانے کا کافرانہ منصوبہ اور شیطانی خواب پورا ہوتے نہ دیکھ سکے گی۔ وہ جو سب کچھ جھیل کر بھی زندہ ہیں تو یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے تشکیل خالص اسلامی آئین، اقامت حکومت الٰہیہ اور تحفظ ختم نبوت و ناموسِ ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام کے بین الاقوامی، بین العالمی اور آفاقی مسئلہ کا عملی حل کرا کے اپنے دین اور اپنے حبیب کریم علیہ السلام کی شریعت مطہرہ کی صحیح اور بھرپور خدمت کا عظیم کارنامہ انجام دلوانا چاہتے ہیں۔ اس لئے خدائی لشکر کے سپاہیوں کو کمر ہمت کس کر اپنا فرض ادا کرنے کے لئے بالکل پا بہ رکاب ہو جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم اور آپ سب کے حامی و ناصر ہوں۔ (آمین ثم آمین)

جانشین امیر شریعت

مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ

اداریہ پندرہ روزہ "الاحرار" لاہور، جلد ۴، شمارہ ۱، ۲/فروری ۱۹۷۳ء

جمادی الاخریٰ: ۱۴۱۹ھ
اکتوبر: ۱۹۹۸ء
جلد ۹ ، شمارہ ۱۰
قیمت: ۱۵ روپے
Regd: M _No. 32

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

❖ زرِ تعاون سالانہ: اندرون ملک ۱۵۰ روپے، بیرون ملک ۱۰۰۰ روپے پاکستانی ❖

مجلس ادارت

❖ زیرِسرپرستی: حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
رئیس التحریر: سید عطاءالمحسن بخاری
❖ مدیرمسئول: سید محمدکفیل بخاری

رفقاء فکر

ابنِ امیرشریعت حضرت پیرجی سید عطاءالمہیمن بخاری مدظلہ

❖ پروفیسر خالدشبیر احمد
❖ سید خالدمسعودگیلانی
❖ مولانامحمداسحٰق سلیمی
❖ مولانا محمدمغیرہ
❖ عبداللطیف خالد
❖ محمد عمرفاروق
❖ ابوسفیان تائب
❖ ساغراقبالی

رابطہ: دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان: فون: 511961

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیلِ نو پرنٹرز، مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

تشکیل

اداریہ:	دل کی بات	مدیر	۳
شریعت بل:	شریعت بل خوش آئند مگر........	امیر الاحرار سید عطاء المحسن بخاری	۵
	نفاذِ شریعت بل...... چند غور طلب مسائل	مولانا تقی عثمانی	۱۱
دین و دانش:	قرآن وسنت کی بالادستی کا قانونی سفر	مولانا زاہد الراشدی	۱۴
رد قادیانیت:	ہر قادیانی کے نام	مولانا عاشق الٰہی بلند شہری	۱۷
گوشۂ ابوذر:	سید ابوذر بخاریؒ	رفیق غلام غلام ربانی	۲۱
	افاداتِ ابوذرؒ	غلام حسین احرار	۲۴
یادرفتگاں:	چودھری برکت علی مرحوم	چودھری ثناء اللہ بھٹہ	۲۵
نقد و نظر:	علامہ غلام شبیر بخاری کے ترجمۂ قرآن مجید پر ناقدانہ تبصرہ	سید ارشد بخاری	۲۸
احساسات وتأثرات:	حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمہ اللہ کے مزار پر چند لمحے	مولانا محمد مغیرہ	۳۹
	خدمتِ خلق کی اہمیت	منصور الزمان صدیقی	۴۱
شاعری:	نعت	کاشف گیلانی	۴۹
	نظم	جانباز مرزا، شاہد کاشمیری	۵۰
اخبار الاحرار:	قائدِ احرار سید عطاء المحسن بخاری اور مرشدِ احرار حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری کے انٹرویوز؛ جماعتی سرگرمیوں کی روداد	ادارہ	۵۱
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۶۲
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	۶۴

دل کی بات

نفاذِ شریعت، حکومت کی نیت

وزیر اعظم محمد نواز شریف نے گزشتہ چار ماہ کے دوران نہایت اہم اقدامات کرنے کے اعلانات کیے ہیں۔ ۱۱/جون کو ایک قومی ایجنڈا پیش کیا گیا جس میں کالاباغ ڈیم کی تعمیر، تحریک آزادی میں انگریزوں کی حمایت، مسلمانوں اور وطن سے غداری کے عوض حاصل شدہ جاگیروں کی واپسی اور وزیر اعظم ہاوس چھوڑنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ پھر ۲۸/اگست کو قومی اسمبلی میں پندرھویں آئینی ترمیم "نفاذِ شریعت بل" کے عنوان سے پیش کر دی گئی۔ اس بل پر پورے ملک میں بحث و تمحیص کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس دوران سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے یا نہ کرنے کی بحث نے بھی زور پکڑ لیا۔ مسائل کے اس شور و غل میں وزیر اعظم امریکہ کے دورے پر روانہ ہو گئے اور مسٹر کلنٹن سے ملاقات میں سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ متذکرہ بالا قومی مسائل میں سب سے زیادہ اہمیت "نفاذِ شریعت بل" کو حاصل ہوئی۔ صورتِ حال یہ ہے کہ (۱) کالاباغ ڈیم کی تعمیر پر قومی اتفاقِ رائے پیدا نہ ہو سکا۔ سرحد بلوچستان اور سندھ کی سیاسی قیادت نے اس منصوبے کو نہ صرف مسترد کیا بلکہ شدید مخالفت میں متحد ہو گئے۔ (۲) انگریزوں سے وفاداری اور قوم و وطن سے غداری کے عوض حاصل شدہ جاگیروں کی واپسی بھی ناممکن ہو گئی۔ (۳) سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے حوالے سے قومی رائے کا احترام نہیں کیا گیا۔ (۴) نفاذِ شریعت کا مسئلہ تو چھیڑ دیا گیا مگر اس کے لئے صحیح معنوں میں کوئی کارکردگی ابھی تک سامنے نہیں آسکی۔

کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وزیر اعظم نے تمام فیصلے اور اعلانات عجلت میں کیے ہیں؟ حالات سے خوفزدہ ہو کر اور اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے انہوں نے اتنے اہم مسائل کو بازیچۂ اطفال بنا دیا ہے۔ نیتوں کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے مگر قرائن و شواہد بھی اس کا پتہ دیتے ہیں۔ انہی کی بنیاد پر کوئی رائے قائم ہو سکتی ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ وزیر اعظم بے وقوف ہیں اور ان کے وزراء کم عقل و نادان ہیں، ان کے مشیروں کا ذہنی توازن درست نہیں۔ ایسا ہر گز نہیں ہے۔ مشاہدات کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حکمران جو کچھ کر رہے ہیں پورے شعور اور طے شدہ پروگرام کے تحت کر رہے ہیں۔

کالاباغ ڈیم پر اتفاقِ رائے اب بھی ہو سکتا ہے۔ اگر وزیر اعظم چھوٹے صوبوں کے مسائل کے حل پر توجہ فرمائیں اور وسیع تر قومی معاملات کے حل کے لئے اپنے سابقہ حلیفوں کے مطالبات پر غور کریں۔ جاگیریں چھیننا ان کے بس میں ہی نہیں یہ انقلابیوں کا کام ہے۔ جمہوری سیاست میں تو اسے ظلم اور انسانی حقوق کی پامالی کہا جائے گا۔ سی ٹی بی ٹی پر پاکستان کی طرف سے دستخط کرنا اپنی آزادی اور دفاعی صلاحیتوں کو مقید کرنا ہے۔ اگر یہی جھک مارنی تھی تو ایٹمی دھماکہ کیوں کیا؟ کوئی مسلمان از روئے قرآن و ایمان اس معاہدے کو قبول نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم کا ایمان والوں کو حکم ہے کہ "اپنی استطاعت کے مطابق دفاعی قوت جمع کرتے رہو۔ یہود و نصاریٰ تمہارے کھلے دشمن ہیں یہ ایمان والوں کے کبھی دوست نہیں ہو سکتے" اگر حکومت نے ہتھیاروں کی تیاری اور دفاعی صلاحیتوں کے حصول پر پابندی کے اس معاہدے پر دستخط کیے تو یہ ملک و قوم کی تباہی کا آخری فیصلہ ہو گا۔

"نفاذِ شریعت بل" ابھی تک بحث و تنقید کی زد میں ہے۔ اس معاملہ میں ہماری رائے قدرے مختلف ہے۔

ہم دیانت داری سے یہ کہتے ہیں کہ اس مسئلہ کو متنازعہ نہیں بنانا چاہیئے۔ دینی طبقوں اور لادین سیاست دانوں کی بولی ٹھولی میں ایک واضح فرق ہونا چاہیئے۔ مجلس احرار اسلام کے امیر حضرت سید عطاء المحسن بخاری نے ۱۴/ستمبر ۱۹۹۸ء کو ایوانِ صدر اسلام آباد میں صدرِ مملکت جناب محمد رفیق تارڑ سے ملاقات کی اور نفاذِ شریعت بل پر اپنا مؤقف ان پر واضح کیا۔ انہوں نے واضح طور پر کہا کہ:

"ہم شریعت کے نفاذ میں حکومت کا بھر پور ساتھ دینے کو تیار ہیں مگر نفاذِ شریعت سے پہلے چند اقدامات انتہائی ضروری ہیں جو شریعت کے نفاذ کے لیے بہترین فضا مہیا کریں گے۔"

(۱) سودی نظام کا خاتمہ (۲) میڈیا سے فحاشی و عریانی کا خاتمہ

صدر مملکت نے یقین دہانی کرائی کہ سودی نظام کے حق میں حکومت اپنی اپیل واپس لے لے گی۔ لیکن اس سلسلہ میں کوئی پیش رفت کرنے کی بجائے حکومتی وزرا نے "مارک اپ" (سود) کو حلال قرار دے دیا۔ ادھر الیکٹرانک میڈیا پر پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ عریانی، فحاشی اور بد معاشی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ کیا حکومت کے پاس بد تمیزی کے اس سیلاب کو روکنے کے لئے کوئی قانون و اختیار نہیں ہے؟ ٹی وی اور ریڈیو پر چند بے دینوں، مرزائیوں، رافضیوں اور دہریوں کا قبضہ ہے۔ یہ اقلیتی ٹولہ پوری قوم کے عقائد، تہذیب اور اقدار کو ملیا میٹ کر رہا ہے۔ حکومت انہیں کیوں نہیں روکتی؟ حکمران نفاذِ شریعت کے لئے فضاء کو سازگار بنائیں اور معاشرے میں پھیلی ہوئی اس گندگی کو پہلے صاف کریں جو یقیناً ان کے اختیار میں ہے پھر "نفاذِ شریعت" کا راستہ بھی ہموار ہو جائے گا۔ ہمیں ان اسمبلیوں کے ذریعے نفاذِ شریعت کی کوئی توقع نہیں۔ البتہ ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ "نفاذِ شریعت بل" پیش ہونے سے ایک فیصلہ تو ہو گیا اور بہت سے چہرے بے نقاب ہو گئے۔ کون لوگ شریعتِ اسلامیہ کے مخالف ہیں؟ اب ان لوگوں کے خلاف جدوجہد کرنے میں ہمارے لئے بہت آسانی ہے۔

مثلاً بے نظیر نے کلنٹن کو خط لکھا کہ "نواز شریف کو نفاذِ شریعت سے روکیں"

اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے سیاست دان اور حکمران مطمئن رہیں۔ پاکستان میں شریعت کا نفاذ ہو کر رہے گا۔ یہ سعادت کس کے حصے میں آئے گی؟ اس سوال کا جواب بے نظیر اور نواز شریف دونوں کو معلوم ہے۔ اب جنوبی ایشیاء میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہو گی اور اسلام کا سورج طلوع ہو رہا ہے۔ نواز شریف مخلص ہیں تو بسم اللہ کریں۔

علامہ شعیب ندیم اور ان کے ساتھیوں کی شہادت:

۱۳/ستمبر ۱۹۹۸ء کو سپاہِ صحابہ کے مرکزی رہنما علامہ شعیب ندیم، مولانا حبیب الرحمن اور ان کے دیگر دو ساتھیوں کو راولپنڈی سے مری جاتے ہوئے راستے میں شہید کر دیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

علماء کرام خصوصاً سپاہِ صحابہ کے رہنماؤں کا قتل تو اب روزمرہ کا معمول ہو گیا ہے گزشتہ چند سالوں میں علماء اتنی زیادہ تعداد میں قتل ہوئے ہیں کہ اب ان زخموں کا شمار ممکن نہیں رہا۔ دہشت گردی کے ان واقعات کی روک تھام کے لئے ماضی میں بے شمار تجاویز حکومت کو دی گئیں۔ انفرادی سطح پر بھی اس کے لئے کام ہوا۔ مگر حکومت کی نا اہلی اور بعض مواقع پر خالص جانبداری کے رویہ نے ہمیں یہ دن دکھائے ہیں۔ وزیر اعلیٰ شہباز شریف آج کل دہشت

بقیہ صفحہ ۱۰ پر

پیر محمد ابوذر (اسلام آباد)

"شریعت بل" خوش آئند ہے، مگر.....

* سودی نظام کی موجودگی میں نفاذِ شریعت ممکن نہیں

* شریعت بل کی منظوری سے قبل الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو فحاشی سے پاک کیا جائے

* جو اقدامات حکومت کے اختیار میں ہیں ان سے گریز کیوں کیا جارہا ہے

* مجوزہ شریعت بل کی مشروط حمایت کرتے ہیں

* مجلس احرار اسلام نے صدر مملکت کو شریعت بل پر اپنی تجاویز پیش کردیں

* قائد احرار سید عطاء المحسن بخاری کی صدر مملکت محمد رفیق تارڑ سے ملاقات

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المحسن بخاری کی قیادت میں جماعت کے ۱۱ رکنی وفد نے ۱۴ ستمبر ۱۹۹۸ء کو ایوان صدر اسلام آباد میں صدر مملکت جناب محمد رفیق تارڑ سے ملاقات کی۔ وفد میں مرکزی ناظم نشرو اشاعت جناب عبداللطیف خالد چیمہ، مدیر نقیب ختم نبوت سید محمد کفیل بخاری، چوھدری ظفر اقبال ایڈووکیٹ، فیض الحسن فیضی ایڈووکیٹ، محمد عمر فاروق، ڈاکٹر جمال الدین محمد انور، پیر محمد ابوذر، ملک محمد یوسف، میاں محمد اویس اور سید مرتضیٰ بخاری شامل تھے۔

قائد احرار نے حکومت کے مجوزہ شریعت بل (پندرہویں آئینی ترمیم) کی اصلاح و بہتری کے لئے مجلس احرار اسلام کی طرف چند آئینی تجاویز پیش کیں۔ علاوہ ازیں ایک چار نکاتی تحریری یادداشت کے ذریعے نفاذ شریعت سے قبل حکومت کی طرف سے چند ضروری اقدامات پر بھی زور دیا۔

قائد احرار نے صدر مملکت سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ:

"ہم حکمران جماعت کی طرف سے مجوزہ پندرہویں آئینی ترمیم (شریعت بل) کو اس حسن ظن اور اُمید کے ساتھ خوش آئند قرار دے رہے ہیں کہ یہ قدم ملک میں نفاذ شریعت کی خاطر حکومت کے عزم کا ظاہری اظہار ہے۔ مگر موجودہ نظام کے تہذیبی اور سماجی اثرات کو ختم کئے بغیر کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ سودی نظام کی موجودگی میں نفاذ شریعت ممکن نہیں۔ حکومت شریعت بل کی منظوری سے قبل الیکٹرانک

اور پرنٹ میڈیا کو فحاشی سے پاک کرے۔ اس کے بغیر کوئی پیش رفت نہیں ہوسکتی اور جو اقدامات فی الوقت حکومت کے اختیار میں ہیں۔ ان پر عمل سے گریز کیوں کیا جارہا ہے؟ اس طرزِ عمل سے حکومت کے بارے میں شکوک و شبہات کو تقویت ملے گی۔ نفاذ شریعت کے لئے محض سرکاری علماء سے رائے لینے اور ان کے ذریعے عوامی تائید حاصل کرنے کی بجائے ملک کے تمام مکاتب فکر اور دینی جماعتوں کے غیر سرکاری، مستند اور نمائندہ علماء کو اعتماد میں لیا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت کے کردار کو مؤثر بنایا جائے۔"

صدر مملکت محمد رفیق تارڑ نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ:

"حقیقت تو یہ ہے کہ کسی ایسے آدمی سے بھلائی کی توقع عبث ہے جو خود اس پر عمل پیرا نہ ہو۔ حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر عمل پیرا ہوئے بغیر کامیابی نہیں ہوسکتی۔ ہماری خواہش ہے کہ تمام مکاتب فکر کے علماء نفاذ شریعت کے مسئلہ کو دینی فریضہ سمجھ کر حکومت کی رہنمائی کریں۔ ہم علماء کی تجاویز کا نہ صرف خیر مقدم کریں گے بلکہ حتیٰ المقدور ان پر عمل کی کوشش بھی کریں گے۔"

چوہدری ظفر اقبال ایڈووکیٹ نے صدر مملکت کو حکومت کی طرف سے سود کے حق میں دائر اپیل کی طرف متوجہ کیا تو انہوں نے کہا:

"میری اطلاع کے مطابق حکومت نے اپیل کی واپسی کی درخواست دائر کردی ہے" (لیکن تاحال حکومت نے اس سلسلہ میں کوئی قدم نہیں اٹھایا۔)

جناب عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری اور ڈاکٹر جمال الدین محمد انور نے بھی گفتگو میں حصہ لیا اور مختلف ملکی و سیاسی امور پر صدر مملکت کو اپنے مؤقف سے آگاہ کیا۔

یادداشت بخدمت صدر مملکت

مجلس احرار اسلام نے جو چار نکاتی یادداشت صدر مملکت کو پیش کی اس کا مکمل متن حسب ذیل ہے۔

مجلس احرار اسلام حکومت پاکستان کی طرف سے مجوزہ پندرہویں آئینی ترمیمی بل کو اس حسن ظن اور اُمید کے ساتھ خوش آئند قرار دیتی ہے کہ یہ قدم ملک میں نفاذ شریعت کی خاطر حکومت کے عزم کا اظہار ہے۔

ملک میں نفاذ شریعت کی خاطر مجلس احرار اسلام حکومت پاکستان کو بوساطت صدرِ مملکت حسب ذیل تجاویز پیش کرتی ہے۔

(۱) یہ کہ ذرائع ابلاغ بالخصوص الیکٹرانک میڈیا کا قبلہ درست کیا جائے۔ میڈیا پر فحاشی، عریانی، اخلاقی بے راہ روی اور جنسی آزادی پر مبنی تمام پروگرام یکسر ختم کرکے ذرائع ابلاغ کو ذریعہ تعلیم و تبلیغ بنا کر نفاذِ شریعت کی منزل آسان بنائی جائے۔

(۲) یہ کہ نفاذ شریعت کی خاطر محض سرکاری علماء سے رائے لینے اور اُن کے ذریعے عوامی تائید

حاصل کرنے کی کوشش کی بجائے ملک کے تمام مکاتب فکر اور دینی جماعتوں اور غیر سرکاری مستند اور نمائندہ علماء جن کی علمی حیثیت معاشرے میں معتبر اور مسلمہ ہے، کو مکمل اعتماد میں لیا جائے۔ ان دینی جماعتوں اور علماء کی آراء سے حکومت استفادہ کرے اور ملک میں نفاذ شریعت کے لئے رائے عامہ ہموار کرنے کا کام لیا جائے۔

(۳) یہ کہ حکومت پاکستان، سپریم کورٹ آف پاکستان میں زیر التواء اپیل بابت سود و سودی نظام فوراً واپس لے۔ اس امر سے حکومت کو نفاذ شریعت کی خاطر عوام کی پُرزور تائید و حمایت حاصل ہوجائے گی اور قومی و بین الاقوامی سطح پر ایک بہتر تاثر قائم ہوگا اور اس کے مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔

(۴) یہ کہ نفاذ شریعت کے عمل میں اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت کے کردار کو مزید مؤثر بنایا جائے۔ ایسے اقدامات کئے جائیں کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان اور وفاقی شرعی عدالت کے جج صرف وہ ہی اشخاص مقرر ہوں جو علمی سند ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں دینی امور و اقدار کے پابند ہوں اور نفاذ شریعت میں مخلص ہوں۔

پندرھویں ترمیمی بل ۱۹۹۸ء کی اصلاح و بہتری کے لئے آئینی تجاویز

پیش کردہ مجلس احرار اسلام پاکستان

مجوزہ آرٹیکل 2-B کو حسب ذیل ترامیم کے بعد دوبارہ تشکیل دیا جائے:

* مجوزہ آرٹیکل 2-B کی شق (۱) میں لفظ پیغمبر (The Holy Prophet) کے بعد اسم مبارک "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" (Muhammad) کا اضافہ کیا جائے۔

* شق (۱) کی مجوزہ وضاحت اسی طرح شامل رکھی جائے۔

- شق (۲) کے شروع میں الفاظ "وفاقی حکومت" (Federal Government) کے بعد الفاظ "تمام صوبائی حکومتیں؟

(All provincial Governments) کا اضافہ کیا جائے اور اس شق میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ضمن میں حسب ذیل عبارت کو حذف کیا جائے۔

(یہ تعین کرنا کہ درست کیا اور غلط سے منع کرنا) قرآن و سنت میں معروف و منکر کی تعین ہوچکی ہے۔

* مجوزہ شق (۳) کو بعینہ شامل رکھا جائے۔

* مجوزہ شق (۴) کو حسب ذیل طور پر بدل دیا جائے۔

"اس آرٹیکل کے کسی امر کے اثر غیر مسلموں کے شخصی قانون اور اُن کی مذہبی آزادی پر نہیں پڑے گا۔"

* مجوزہ آرٹیکل 2-B کی شق (۵) کو اس طرح بدل دیا جائے۔

"(5) کوئی قانون بشمول آئینی شقوں، عدالتی فیصلوں یا رسم و رواج جو قانون کا حکم رکھتا ہو۔ تناقض کی اس

حد تک کالعدم ہوگا۔ جس حد تک وہ قرآن و سنت کا نقیض نہ ہو"

* اس امر کی بھی تجویز دی جاتی ہے کہ آئین کے آرٹیکل 30 کی شق (2) کو بھی پندرہویں ترمیمی بل ۱۹۹۸ء کے ذریعہ سے حذف کردیا جائے۔

سید عطاء المحسن بخاری

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

قرآن و سنت سپریم لاء ترمیمی بل پندرھویں ترمیم کا مکمل متن

چونکہ اللہ تبارک تعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکمِ مطلق ہے اور اس نے پاکستان کی ریاست کو اس کے جمہور کے توسط سے ان کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے جو اختیار و اقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق دیا ہے، وہ ایک مقدس امانت ہے اور چونکہ قرار دادِ مقاصد کو دستور کا اساسی حصہ بنادیا گیا ہے اور چونکہ اسلام پاکستان کا ریاستی مذہب ہے اور یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنائے کہ وہ اپنی زندگی کو اسلام کے بنیادی اصولوں اور نظریات کے مطابق جس طرح قرآن پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں اور چونکہ اسلام سماجی نظام کے قیام کا حکم دیتا ہے جو اسلامی اقدار پر مبنی ہو۔ یہ تعین کرتے ہوئے کہ کیا صحیح ہے اور اسے روکنا جو غلط ہے (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) اور چونکہ مذکورہ بالا مقصد اور ہدف کو پورا کرنے کی غرض سے یہ قرین مصلحت ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں مزید ترمیم کی جائے، لہٰذا اب نیا قانون وضع کیا جاتا ہے۔ یہ ایکٹ دستور (پندرہویں ترمیم) ایکٹ ۱۹۹۸ء کے نام سے موسوم ہوگا اور فی الفور نافذ العمل ہوگا۔ بل کے تحت دستور کے آرٹیکل ۲۳۹ میں ترمیم کی جائے گی اور آرٹیکل ۲۳۹ میں شق (۳) کے بعد، حسب ذیل نئی شقیں شامل کردی جائیں گی یعنی:

۳ (الف) شق (۱) تا (۳) میں شامل کسی امر کے باوجود، شریعہ سے متعلقہ کسی امر کے نفاذ میں رکاوٹ دور کرنے اور اسلام کے امتناعی احکام کی تعمیل کے لئے قانون وضع کرنے کی غرض سے دستور میں ترمیم کرنے کا بل دونوں ایوانوں میں پیش کیا جائے گا، اگر وہ اس ایوان کے ارکان کی کثرت آراء سے منظور ہوجاتا ہے جس میں وہ پیش کیا گیا تھا، تو وہ دوسرے ایوان میں منتقل کردیا جائے گا اور اگر بل بغیر کسی ترمیم کے دوسرے ایوان کے ارکان کی کثرت آراء سے بھی منظور ہوجاتا ہے تو اسے منظوری کے لئے صدر کے سامنے پیش کردیا جائے گا۔

۳ (ب) اگر، شق ۳ (الف) کے تحت کسی ایوان کو منتقل کیا گیا بل مسترد ہوجائے یا اپنی وصولی کے نوے دن کے اندر منظور نہ ہو یا ترمیم کے ساتھ منظور ہو، تو اس پر مشترکہ اجلاس میں غور کیا جائیگا۔

۳ (ج) اگر بل ترمیم کے ساتھ یا بغیر ترمیم کے مشترکہ اجلاس میں ارکان کی کثرت آراء سے منظور ہوجاتا

ہے تو وہ منظوری کے لئے صدر کو پیش کیا جائے گا۔
۳(د) صدر، شق ۳(الف) یا شق ۳(ج) کے تحت پیش کردہ بل کی، بل پیش کرنے کے سات دن کے اندر منظوری دے گا۔

بل کے تحت دستور میں نئے آرٹیکل ۲ بی کا اضافہ کیا جائے گا اور آرٹیکل ۲ الف کے بعد، حسب ذیل نیا آرٹیکل شامل کر دیا جائے گا۔ یعنی
۲ب، قرآن اور سنت کی برتری، (۱) قرآن پاک اور پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون ہوگا۔
تشریح... کسی مسلمان فرقے کے پرسنل لاء پر اس شق کے اطلاق میں "قرآن اور سنت" کی عبارت کا مفہوم وہی ہوگا جو اس فرقے کی طرف سے توضیح شدہ قرآن اور سنت کا ہے۔
۲.... وفاقی حکومت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ شریعہ کے نفاذ کے لئے اقدام کرے، صلوٰۃ قائم کرے، زکوٰۃ کا اہتمام کرے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر (یہ تعین کرنا کہ کیا صحیح اور اسے روکنا جو غلط ہے) کو فروغ دے، ہر سطح پر بدعنوانی کا خاتمہ کرے اور اسلام کے اصولوں کی مطابقت میں، جیسا کہ قرآن وسنت میں موجود ہے حقیقی سماجی معاشی انصاف فراہم کرے۔
۳... وفاقی حکومت شقات (۱) اور (۲) میں دیئے گئے احکام کے نفاذ کے لئے ہدایات جاری کرسکے گی اور مذکورہ ہدایات پر عمل پیرا نہ ہونے پر کسی بھی سرکاری عہدیدار کے خلاف ضروری کارروائی کرسکے گی۔
۴... اس آرٹیکل میں شامل کوئی امر شخصی قانون، مذہبی آزادی، غیر مسلموں کی روایات یا رسم ورواج اور بطور شہریوں کے ان کی حیثیت کو متاثر نہیں کرے گا۔
۵... اس آرٹیکل کے احکام دستور میں شامل کسی امر کے باوجود، کسی قانون یا عدالت کے کسی فیصلے پر مؤثر ہوں گے۔ بل میں کہا گیا ہے کہ بل اس حقیقت کے پیش نظر پیش کیا جارہا ہے کہ قرار داد مقاصد اب دستور کا مستقل حصہ ہے، یہ ضروری ہے کہ قرآن اور سنت کو پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون قرار دیا جائے اور حکومت کو شریعت نافذ کرنے کے لئے ضروری اقدامات کرنے کا اختیار ہو۔ آرٹیکل ۲۳۹ کے تحت دستور میں ترمیم کرنے کا بل ہر ایک ایوان کی دو تہائی اکثریت سے، لیکن جداگانہ طور پر منظور ہوجاتا ہے۔ نفاذ شریعت کو باسہولت بنانے کے لئے یہ غور کیا گیا ہے کہ یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ شریعت سے متعلق کسی امر کے نفاذ میں کسی رکاوٹ کو دور کرنے اور اسلام کے امتناعی احکام پر عمل درآمد کے لئے قانون وضع کرنے کا بل پارلیمنٹ میں اسی طرح سے منظور کیا جائے، جیسے کوئی بھی قانون منظور ہوتا ہے۔

○

بلا تبصرہ

اعجازالحق کی رہائش گاہ پر روحانی محفل سیاسی اجتماع بن گئی

- **اللہ سے ڈرو گے تو امریکہ اور ڈالر کا ڈر نکل جائے گا**
- دنیا میں ہمارا قیام عارضی ہے، ہمیں آخرت کی فکر کرنی چاہیئے
- اللہ آپ کے ساتھ ہو تو آپ کو کوئی شکست نہیں دے سکتا

مولانا طارق جمیل

راولپنڈی (نیوز رپورٹر) مسلم لیگ کے سینئر نائب صدر اور قومی اسمبلی کے رکن محمد اعجاز الحق نے بدھ کی شب عشائیہ دیا جس کے بعد روحانی اجتماع منعقد ہوا، جس سے تبلیغی جماعت کے سرکردہ رہنما اور ممتاز عالم دین مولانا ڈاکٹر طارق جمیل نے خطاب کیا۔ یہ روحانی اجتماع اس اعتبار سے سیاسی اجتماع میں تبدیل ہوگیا کہ اس میں تقریباً ایک سو کے قریب ارکان پارلیمنٹ نے شرکت کی۔ ان ارکان پارلیمنٹ میں وزیر مملکت کیپٹن حلیم صدیقی، ڈپٹی چیئرمین سینٹ میر ہمایوں مری ڈپٹی سپیکر قومی اسمبلی چوہدری جعفر اقبال، پارلیمانی سیکرٹری سید ظفر علی شاہ، جاوید ابراہیم پراچہ، راؤ قیصر علی خان، ملک لال خان، جمیل بخاری، خورشید محمود قصوری، میاں عطا قریشی، مقبول احمد نیازی، برجیس طاہر، شجاعت علی خان، ناصر بلوچ، جام یوسف، حاجی بوٹا، انوارالحق رامے، عمر فاروق میاں خیل، سنیٹر قاسم شاہ، سنیٹر سرانجام خان، سنیٹر ظفر اقبال جھگڑا، سنیٹر نثار محمد خان، سنیٹر ماجد سلطان، شیخ طاہر رشید، افتخار الحسن شاہ، جام یوسف، فدا محمد خان کے علاوہ فاٹا سے تعلق رکھنے والے سینیٹرز اور ارکان قومی اسمبلی شامل ہیں۔ ۔۔ ن سیاسی رہنماؤں میں چوہدری تنویر خان ایم پی اے، راجہ ناصر، رضا خان اور ملک مزمل نمایاں رہے۔ دارالحکومت کے سیاسی حلقے اس اجتماع کو خاصی اہمیت دے رہے ہیں۔ مولانا ڈاکٹر طارق جمیل نے اجتماع میں درس دیتے ہوئے کہا کہ دنیا میں ہمارا قیام عارضی ہے۔ ہمیں آخرت کے سفر کی فکر کرنی چاہیئے۔ بادشاہ و گداسب کو مرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ سے ڈرو گے تو امریکہ اور ڈالر کا ڈر نکل جائے گا۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو تو آپ کو کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا بلاشرکت غیرے بادشاہ ہے اس کی بادشاہت کو کوئی زوال نہیں ہے۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی، جمعرات ۱۷ ستمبر ۱۹۹۸ء)

بقیہ از صفحہ ۴

گردی کے خاتمہ کے لئے بہت سنجیدہ ہو رہے ہیں مگر حالت یہ ہے کہ اپنے ایک ایم پی اے کے قتل پر تو یہ کہا کہ "میرا شیر مارا گیا ہے" قاتل بچ نہیں سکیں گے۔ مگر شعیب ندیم کے قتل پر اظہار تعزیت کے دو جملے بھی ان کی زبان سے نہ نکلے۔ ان واقعات کی روک تھام کا حل پہلے بھی حکومت کے پاس تھا اور اب بھی۔ حکمران توجہ کرلیں تو حالات ضرور بہتر ہوں گے و گرنہ کشت و خون اور دہشت گردی کی لپیٹ میں سارا ملک آجائے گا۔ حالات بتا رہے ہیں اور آثار اچھے معلوم نہیں ہوتے۔ بہر حال یہ ظلم ہے اور اس ظلم کو بند ہونا چاہیئے۔

مولانا محمد تقی عثمانی

نفاذِ شریعت بل .... چند غور طلب مسائل

قومی اسمبلی میں حکومت نے آئین میں پندرھویں ترمیم کا بل پیش کیا جس کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ ملک میں "قرآن و سنت" کو بالاترین قانون "سپریم لاء" کی حیثیت سے نافذ کیا جائے۔ ہماری شامت اعمال کا ایک حصہ یہ ہے کہ بسا اوقات ملک کے اہم ترین سنجیدہ مسائل حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی سیاسی کشمکش میں جذباتی نعروں کی نذر ہو جاتے ہیں۔ ایک گروہ کسی بل کی حمایت میں اسے سراپا خیر ثابت کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور دوسرا گروہ اسے سراپا سیاہ قرار دے کر اس کی مکمل مخالفت پر تل جاتا ہے اور اس قسم کے اہم اور سنجیدہ مسائل جو غیر جانبداری سے معروضی سوچ کے متقاضی ہوتے ہیں ان کا فیصلہ ایسے جذباتی نعروں کی بنیاد پر ہوتا ہے جن کی گونج میں حقائق کا گلا گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ کچھ اسی قسم کی فضاء اس وقت پندرھویں ترمیم کے مجوزہ بل کے بارے میں بنی ہوئی ہے کہ اس کے بارے میں دو متحارب کیمپ دو انتہا پسندانہ نقطہ نظر پیش کر رہے ہیں اور اس پر علمی اور معروضی انداز میں تبصرہ نہیں ہو رہا۔

واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف قانون بلکہ حکومت کی تمام پالیسیوں میں قرآن و سنت کی تعلیمات کو بالادست قرار دینا پاکستان کے مقصد وجود کا تقاضا ہے اور اس تقاضے پر عمل نہ کر کے ہم نے اپنی نصف صدی کی تاریخ میں ناقابل تلافی نقصان اٹھائے ہیں۔ لہذا جہاں تک ملک میں قرآن و سنت کو بالاترین قانون کی حیثیت سے نافذ کرنے کا تعلق ہے یہ مقصد ظاہر ہے کہ نہایت مبارک ہے اور ہر اس شخص کو اس کی تائید و حمایت کرنی چاہیے جو ملک و ملت کی صلاح و فلاح اور اس میں اسلام کے غلبے کا خواہشمند ہے۔ یہ بھی ایک واضح بات ہے کہ قانون کے دائرے میں اسلام کی بالاتری کا نفاذ دستور ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔

لہذا اس مقصد کے لئے دستور میں جو بھی ترمیم تجویز کی جائے اس پر پوری قوم کے دانشور حضرات کو اپنی سیاسی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر غور کرنا چاہیے نہ اس ترمیم کو اس بناء پر یکسر مسترد کر دینا چاہیے کہ وہ جس حکومت کی طرف سے آئی ہے اس سے سیاسی اختلافات ہیں اور نہ اس بناء پر اسے حرف آخر قرار دے دینا چاہیے کہ یہ حزب اقتدار کی حمایت کا لازمی تقاضا ہے۔ ملک کا دستور نہ حزب اقتدار کی ملکیت ہے نہ حزب اختلاف کی۔ یہ پوری قوم کے لئے ہے اور اس کی اچھائی یا برائی کا اثر پورے ملک، پوری قوم بلکہ پورے عالم اسلام پر پڑے گا۔ لہذا اس پر ٹھنڈے دل سے افہام و تفہیم کی فضاء میں معروضی طور پر غور و فکر ہونا چاہیے۔

نفاذ شریعت کے حوالے سے بل کی سب سے اہم دفعہ وہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پاکستان کا بالاترین قانون "سپریم لاء" تسلیم کرنا، بلاشبہ قابل خیر

مقدم ہے لیکن سوال یہ ہے کہ دستور میں اس دفعہ کے لکھ دینے سے کیا عملی اثرات مرتب ہوں گے؟ اور عملی طور پر قرآن و سنت کی بالاترین کو کس طرح نافذ کیا جائے گا؟ اس کے بارے میں یہ دفعہ بالکل خاموش ہے۔ موجودہ شکل میں اس دفعہ کے نافذ ہوتے ہی بہت سے سوالات خود بخود کھڑے ہوں گے جن کا واضح جواب دیئے بغیر اس پر عمل ممکن نہیں۔ مثلاً پہلا سوال یہ ہے کہ کیا قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے کے بعد رائج الوقت تمام قوانین خود بخود ختم ہو جائیں گے؟ اور ملک کی عدالتیں قرآن و سنت سے خود احکام مستنبط کر کے انہیں عام اسلامی قانون (Comman Islamic Law) کے طور پر نافذ کریں گی؟ بظاہر اس دفعہ کو مرتب کرنے والوں کے ذہن میں یہ صورت نہیں ہے۔

"بالاتر قانون" کا لفظ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ دوسرے قوانین بھی موجود رہیں گے لیکن وہ قرآن و سنت کے "بالاتر قانون" کے تابع ہوں گے۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ رائج الوقت قوانین میں سے جو قوانین قرآن و سنت سے متصادم ہوں گے وہ قابل عمل نہ ہوں گے بلکہ ان کی جگہ قرآن و سنت پر مبنی قانون واجب العمل ہو گا۔ یہ صورت بھی یقیناً خوش آئند ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس پر عمل کا کیا طریقہ ہو گا؟ یہ فیصلہ کون کرے گا کہ کون سا رائج الوقت قانون قرآن و سنت سے متصادم ہے کیا ملک کی ہر عدالت خواہ وہ مجسٹریٹ یا سول جج یا سیشن جج کی سطح کی ہو اس بات کی مجاز ہو گی کہ وہ کسی بھی قانون کے بارے میں یہ فیصلہ دیدے کہ یہ قانون قرآن و سنت سے متصادم ہونے کی بناء پر قابل عمل نہیں ہے۔

لہٰذا وہ اپنے عدالتی فیصلوں کی بنیاد پر اسے پرکھنے کے بجائے اس "عام اسلامی قانون" پر رکھے گی جو اس کی فہم کے مطابق قرآن و سنت سے مستنبط ہے؟ اگر چھوٹی سے چھوٹی عدالت کو یہ اختیار دینا مقصود ہے تو کیا موجودہ عدالتوں کی تعلیم و تربیت اس طرح ہوئی ہے کہ وہ درست طور پر ایسے فیصلے کر سکیں؟ اگر مقصد یہ نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ صرف ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کی سطح کی عدالتوں کو یہ فیصلہ کرنے کا اختیار ہو گا تو اول تو دستور میں اس کی صراحت ہونی چاہیے۔

دوسرے اس صورت میں وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ کا مصرف کیا رہ جائے گا؟ یہ حالات موجودہ دستور پاکستان میں کسی قانون کو قرآن و سنت سے متصادم ہونے کی بناء پر منسوخ کرنے کا اختیار صرف وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ کو حاصل ہے۔ جس کے لئے دستور میں ایک پورا باب (۳۔ اے) موجود ہے اگر موجودہ پندرہویں ترمیم کے بعد بھی یہ اختیار صرف انہی عدالتوں کو حاصل رہتا ہے تو اس ترمیم سے نیا فائدہ کیا حاصل ہو گا؟ اور اگر اس ترمیم کا مقصد یہ ہے کہ یہ اختیار تمام اعلیٰ عدالتوں کو دیدیا جائے تو پھر وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ کی علیحدہ موجودگی کا کیا جواز ہے؟

مجوزہ پندرہویں ترمیم کے نفاذ کے بعد یہ بنیادی سوالات بدیہی طور پر پیدا ہوں گے اور جب تک ان کا واضح جواب خود دستور میں موجود نہ ہو اس سے عدالتی سطح پر شدید ابہام پیدا ہو گا عرصہ دراز تک عدالتیں

اس دفعہ کی تشریح و تعبیر میں حیران و سرگرداں رہیں گی اور از سر نو ایک خواب پریشان کا سماں پیدا ہو جائے گا۔

دستور کی آٹھویں ترمیم کے ذریعہ ۲۔ اے کا اضافہ کر کے قرارداد مقاصد کو دستور کا حصہ بنایا گیا تھا اس کا مقصد بھی یہی بیان ہوا تھا کہ قرار داد مقاصد میں جن اسلامی اقدار کا اعتراف ہے انہیں بالاتر حیثیت دی جائے لیکن چونکہ اس کا کوئی طریق کار متعین نہیں کیا گیا تھا اس لئے اعلیٰ عدالتیں سالہا سال اس دفعہ کی تشریح و تعبیر میں الجھی ہیں اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے لیکن مذکورہ مقصد حاصل نہیں ہو سکا۔

اگر "سپریم لاء" والی مجوزہ ترمیم بھی دفعہ ۲۔ بی کی شکل میں اسی ابہام کے ساتھ نافذ کر دی گئی تو اس کا نتیجہ بھی بظاہر ۲۔ اے کے نتیجے سے مختلف نظر نہیں آتا۔ لہذا اگر واقعتاً مقصد یہ ہے کہ قرآن و سنت کو "بالاترین قانون" کی حیثیت سے نافذ کیا جائے تو اس کا لگا بندھا طریق کار سوچ سمجھ کر طے کرنا ضروری ہے۔ یہ طریقہ اسی دفعہ کے ساتھ منضبط کر کے ان سوالات کا واضح جواب دینا ہوگا جو اوپر ذکر کئے گئے ہیں ورنہ ایک بار پھر قوم کی توقعات کو آسمان تک پہنچا کر انہیں ناامیدی کی دلدل میں دھکیلنے سے جو نقصانات ہوں گے ان کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

بقیہ از صفحہ ۴۸

تھی تو یہ المیہ صرف ایک فرد یا ایک ذات کا نہیں ہے۔ یہ ایک شخص یا ایک بچہ یا ایک خاتون نہ صرف انسان تھے۔ بلکہ مسلمان بھی تھے جن کی خدمت بہ حیثیت انسان اور بہ حیثیت مسلمان ہم پر فرض تھی۔

لمحہ فکر:۔ کیا ایسی صورت میں ہم سے جواب طلب نہیں کیا جائیگا؟ اور اگر جواب طلب کر لیا گیا تو ہم کیا جواب دیں گے؟ اس کی تیاری اور فکر کی ضرورت ہے؟

ہمارا فرض:۔ انسانی خدمات اور سماجی بہبود کے مسائل لاانتہا ہیں۔ یہ پیدا ہوتے رہیں گے اور ان کے حل کے لئے کوشش بھی ہوتی رہے گی۔ اصل چیز یہ ہے کہ ہم اپنے فرض کی ادائیگی سے سبکدوش ہوئے یا نہیں۔

انسان کی پیدائش عبادت اور خدمت کے لئے کی گئی ہے۔ لیکن ہم صرف اپنی ذات کی خدمت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہم نے یہ حقوق اللہ پر غور کیا اور یہ حقوق العباد کی ادائیگی پر توجہ دی یہ طریقہ زندگی انسانیت سے بعید اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔

قصہ مختصر:۔ اس مختصر مضمون میں اس عظیم موضوع کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ توجہ مبذول کرانا مقصود ہے۔ جو شاید ممکن ہو سکے۔ جو خدمت آپ سے ممکن ہو، اس کو پوری دلچسپی، توجہ اور صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور ان کی رضا کے حصول کی نیت سے انجام دیں، نتیجہ کی فکر نہ کریں۔ خلوص نیت سے عمل کریں۔ انسان کا کام جدوجہد اور کوشش کرنا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی میسر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیت پر اجر عطا فرماتا ہے۔ نیت صالح ہو تو ان شاء اللہ کامران و بامراد ہونگے۔ کسی اور کو فائدہ ہو یا نہ ہو آپ کا فائدہ یقینی ہے کہ آپ اپنے فرض کی ادائیگی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

قرآن و سنت کی بالادستی کا دستوری سفر

مولانا زاہد الراشدی

قومی اسمبلی میں قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے کا بل پیش کر دیا گیا ہے اور وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے قومی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ ان کی حکومت ملک میں قرآن و سنت کی بالادستی کو یقینی بنانے کے لئے کام کرے گی۔ جبکہ ایوان صدر سے جاری ہونے والے ایک اعلان کے مطابق صدر محمد رفیق تارڑ نے اسے ایک تاریخی واقعہ قرار دیتے ہوئے علماء کرام، صحافیوں اور عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں بھرپور کردار ادا کریں۔

قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے کا مطالبہ ایک عرصہ سے کیا جا رہا تھا اور قریبی ذرائع کے مطابق وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کے والد محترم میاں محمد شریف کچھ عرصہ سے ذاتی طور پر اس کے لئے کوشاں تھے کہ ان کے فرزند جتنی جلدی ہو سکے اس کار خیر کو کر گزریں جب کہ صدر مملکت جناب محمد رفیق تارڑ بھی متعدد مواقع پر اس کا عندیہ دے چکے تھے کہ وہ اس مقصد کے لئے وزیراعظم سے مسلسل رابطہ رکھے ہوئے ہیں۔ قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے کا فیصلہ اعلیٰ ایوانوں میں اس سے قبل بھی ایک سے زائد بار ہو چکا ہے لیکن اصل مسئلہ موجودہ نوآبادیاتی سسٹم کا ہے کہ اس نے اس فیصلہ کو کبھی ایک خاص حد سے آگے بڑھنے کا موقع نہیں دیا اور جب بھی قرآن و سنت کی بالادستی کے کسی فیصلے نے یہ "ریڈ لائن" کراس کرنے کی کوشش کی وہ خود غیر مؤثر اور بے نتیجہ ہو کر رہ گیا۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلا اقدام "قرار داد مقاصد" کی منظوری کا تھا جو پاکستان کے پہلے وزیراعظم خان لیاقت علی خان مرحوم نے دستور ساز اسمبلی سے منظور کرائی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ کو تسلیم کرتے ہوئے ملک کے منتخب اداروں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ کتاب و سنت کی مقرر کردہ حدود کے اندر قانون سازی کر سکیں گے۔ لیکن یہ قرار داد مقاصد ملک کے ہر دستور میں شامل ہونے کے باوجود اس کا صرف دیباچہ رہی اور اسے کسی بھی دستور کے نفاذ کے وقت دستور کا واجب العمل حصہ قرار نہیں دیا گیا۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے سپریم کورٹ آف پاکستان کے تفویض کردہ اختیارات کے تحت ۱۹۷۳ء کے دستور میں بہت سی ترامیم کیں تو ان میں ایک ترمیم قرار داد مقاصد کے بارے میں بھی تھی۔ جس کے ذریعے اسے دستور کا واجب العمل حصہ قرار دیا گیا اور اس کے بعد لاہور ہائی کورٹ اور سندھ ہائی کورٹ نے اس کی روشنی میں بعض اہم فیصلے بھی صادر کئے مگر انہی میں سے ایک فیصلے کے خلاف اپیل میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بنچ نے جناب جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ کی سربراہی میں قرارداد مقاصد کی امتیازی اور بالادست حیثیت کو ختم کر دیا اور قرآن و سنت کی بالادستی کا یہ دستوری سفر ایک خاص حد پر آ کر ختم ہو گیا۔

دوسری بار سینٹ آف پاکستان میں مولانا سمیع الحق اور قاضی عبداللطیف کے پیش کردہ "شریعت بل" میں قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دیا گیا تھا اور یہ شریعت بل مختلف مراحل سے گزرتا ہوا سینٹ میں منظور بھی ہو گیا تھا جس میں میاں نواز شریف کی قیادت میں مسلم لیگی ارکان نے اہم کردار ادا کیا تھا لیکن جب وہی شریعت

بل میاں محمد نواز شریف کی وزارت عظمیٰ کے سابقہ دور میں قومی اسمبلی میں پیش ہوا تو اس میں قرآن و سنت کی بالادستی کی شق میں اس شرط کا اضافہ کر دیا گیا کہ "بشرطیکہ اس سے ملک کا سیاسی نظام اور حکومتی ڈھانچہ متاثر نہ ہو" اور اس طرح قرآن و سنت کو ملک کا بالاتر قانون قرار دلوانے کی یہ کوشش بھی اسی "ریڈلائن" پر پھر پھڑا کر رہ گئی جس پر قرار داد مقاصد کا جھٹکا ہوا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد ملک کے دینی حلقوں نے از سر نو اس مطالبہ پر رائے عامہ کو منظم کرنا شروع کیا کہ دستور میں باضابطہ ترمیم کے ذریعے قرآن و سنت کو غیر مشروط طور پر ملک کا سپریم لاء قرار دیا جائے اور اسی کے نتیجے میں قومی اسمبلی میں یہ بل پیش کیا گیا ہے جس پر نفاذ اسلام کی جدوجہد کا ہر کارکن خوشی کا اظہار کرے گا کہ یہ اس کے دل کی آواز ہے اور ملک کو موجودہ فرسودہ نظام سے نجات دلا کر ایک منصفانہ اور عادلانہ نظام فراہم کرنے کا راستہ بھی یہی ہے۔ لیکن سابقہ تلخ تجربات کی روشنی میں یہ سوال اب بھی بدستور موجود ہے کہ ملک کے موجودہ سیاسی انتظامی اور عدالتی ڈھانچے کے ساتھ اس فیصلے کا کیا تعلق ہو گا؟ کیونکہ اگر موجودہ "فریم ورک" کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے اندر قرآن و سنت کی بالادستی کو کسی جگہ فٹ کرنے کی کوشش کی جائے گی تو یہ اقدام بھی قرار داد مقاصد کی طرح دستور میں ایک اور خوبصورت "شوپیس" سجا دینے کے سوا کوئی نتیجہ نہیں دے گا اور اس سے جہاں نفاذ اسلام کے خواہاں عوام اور کارکنوں کی مزید حوصلہ شکنی ہو گی وہاں ان قوتوں کا موقف بھی اور مضبوط ہو گا کہ موجودہ سیاسی عمل کے ذریعہ ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ممکن نہیں ہے اور نفاذ اسلام کی جدوجہد کرنے والوں کو متبادل راستے تلاش کرنے چاہئیں۔ اس لئے موجودہ حکمران اگر نفاذ اسلام کے اس عمل میں مخلص ہیں تو انہیں موجودہ نو آبادیاتی ڈھانچے کے بارے میں دو ٹوک موقف اختیار کرنا ہو گا اور موجودہ نظام اور اسلام میں سے کسی ایک کا انتخاب کر کے اس کے عملی تقاضے پورے کرنا ہوں گے ورنہ وہ قرآن و سنت کی بالادستی کے دعوے کے ساتھ انصاف نہیں کر سکیں گے۔

پھر قرآن و سنت کی دستوری بالادستی کی اس آئینی ترمیم کو اگر صرف اسی حد تک محدود رکھا جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا لیکن اس کے ساتھ دستوری ترامیم کے لئے دو تہائی اکثریت کی شرط کو ختم کرنے اور حکومت کو اپنے کسی حکم کے تحت کسی قانون یا عدالتی فیصلے کو کالعدم قرار دینے کا اختیار تفویض کرنے کی دو اضافی باتیں شامل کر کے "ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں" کا تاثر پیدا کر دیا گیا ہے جس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ حکومت اس کی "آڑ" میں دراصل کچھ اور مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہے یا فائنل اختیارات بہرحال اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہے تاکہ وہ اپنے لئے ضروری تحفظات کو یقینی بنا سکے۔

تاہم ان سب خدشات، شبہات اور ذہنی تحفظات کے باوجود پاکستان کی قومی اسمبلی میں قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے کا دستوری بل ایک ایسی پیش رفت ہے جس پر نفاذ اسلام کا کوئی بھی کارکن خوشی کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اسی لئے اس بل کا خیر مقدم کرتے ہوئے ہم وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف سے یہ گزارش کریں گے کہ وہ اسے حکومت اور اپوزیشن کے حوالہ سے نمٹانے کی کوشش کرنے کی بجائے قومی نقطہ نظر سے ڈیل کریں اور ملک کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں کو اعتماد میں لے کر اس پر زیادہ سے زیادہ اتفاق رائے حاصل کرنے کے لئے اپنے تمام تر ذرائع اور صلاحیتیں استعمال کریں کیونکہ یہ قوم کے مستقبل کا مسئلہ ہے ملک کو "نو

آبادیاتی نظام سے نجات دلانے کا مسئلہ ہے اور پاکستان کے قیام کے نظریاتی مقاصد کی تکمیل کا مسئلہ ہے اسے جس قدر سنجیدگی، تدبر اور اعتماد کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کی جائے گی ملک و قوم کے بہتر مستقبل کے لئے یہ اسی قدر سود مند ہوگا۔

بقیہ از صفحہ ۴۰

آدمی کی مستقل ڈیوٹی ہوتی جو ہر آنے والے کو شرعی طریقہ سے یہ سمجھاتا کہ دین اسلام میں قبر کی زیارت کے کیا آداب ہیں۔ یہاں کیا کرنا ہے، کن افعال سے گریز کرنا ہے، یا کم از کم لکھ کر لگا دیا جائے کہ دربار پر جھکنا، سجدہ ریز ہونا کفر و شرک ہے۔ مگر کون کرے؟ ایک توحید پرست نیک انسان کے مقبرے پر شرک کھلے عام ہو رہا ہے۔ مگر کسی کی اس طرف توجہ ہی نہیں اور کیسے توجہ ہو۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہے اور دنیا بٹورنے کے طریقے ہیں۔ چاہے صحیح راستہ سے ہاتھ آئے یا حرام طریقہ سے اور یہی وہ مال ہے جو قیامت کے دن وبال جان بنے گا اور سوال ہوگا مال کہاں سے اور کس طریقہ سے کمایا؟

عبادات میں سب سے زیادہ فضیلت والی عبادت نماز ہے اور نماز کا اہم رکن سجدہ ہے اور اللہ کا قرب سب سے زیادہ سجدہ سے حاصل ہوتا ہے اور سجدہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہی خاص ہے۔

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے بلحاظ مراتب سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور مخلوق میں سب سے اعلیٰ افضل ایک ذات گرامی ہے جس کا نام محمد و احمد ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو اللہ کے سچے آخری رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مقام حیرہ گیا تھا (وہاں پر) لوگوں کو دیکھا وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ آپ تو اس سے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ قیس بن سعد علیہ السلام کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا بتاؤ تم اگر میری قبر پر گزرتے تو کیا اس کو بھی سجدہ کرتے۔ (جس پر) میں نے کہا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب بھی مت کرو اگر میں کسی کو یہ حکم کرتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو یقیناً عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہروں کو (سجدہ) کریں۔ کیونکہ شوہروں کا اپنی بیویوں پر بڑا حق ہے (ابوداؤد) اتنی بڑی ذات جب سجدہ اپنے لئے روا نہیں سمجھتی۔ کیونکہ یہ حق صرف ایک اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا پھر امت کے کسی فرد کو چاہے کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو سجدہ کرنا کہاں کا انصاف ہے۔؟ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بغور سن لو کہ تم سے پہلی امتیں اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا کرتی تھیں۔ دیکھو تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تم کو اس حرکت کی بابت سختی سے منع کرتا ہوں (ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کے ہوتے ہوئے امت رسول کے افراد اس فعل بد سے اجتناب کیوں نہیں کرتے؟ کیا انہیں فکر آخرت نہیں؟ جب مشرکین جہنم میں پھینکے جائیں گے۔!

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری (مدینہ منورہ)

ہر قادیانی کے نام

السلام علی من اتبع الھدیٰ

مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے والے اپنی آخرت کی فکر کریں، ایمان اور کفر کے درمیان فرق سمجھیں یہ تو پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ ایمان والے جنت میں اور کفر والے دوزخ میں جائیں گے جس میں ہمیشہ رہنا ہو گا اور یہ بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ مسلم اور مؤمن ہونے میں قرآن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن کی ایک آیت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ اس کی تحریف بھی کفر ہے اور اس کی تکذیب بھی کفر ہے۔ جن لوگوں کی دنیا ہی قادیانیت ہے جو قصداً دوزخ میں جانے کا ارادہ کر چکے ہیں ان سے تو ایمان پر واپس آنے کی امید نہیں۔ مرزا طاہر کو ایک جماعت کی امارت ملی ہوئی ہے، بہت بڑا مالدار بنا ہوا ہے، اس کا ساتھ دینے والے اور اس کے دادا کے دعوائے نبوت کو پھیلانے والے اپنی دنیا کے لالچ میں بظاہر ایمان پر واپس آنے والے نہیں ہیں لیکن جو لوگ اپنی سادگی اور بھولے پن میں ان کفر کے داعیوں کی بات مان کر ایمان کھو بیٹھے ہیں اور دوزخ کے مستحق بن چکے ہیں ہمارا ان سے خیر خواہانہ خطاب ہے اور مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ کفر سے توبہ کریں اور دوزخ سے بچ جائیں۔

قرآن مجید میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بتایا ہے (دیکھو سورت الاحزاب آیت ۴۰) اور اس آیت کی وجہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیر ارشادات کی وجہ سے جن میں آپ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے لیکر آج تک سارے مسلمان یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت اور رسالت ختم ہو گئی اور جو بھی شخص آپ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہو گا۔ وہ، اور اس کے ماننے والے کافر ہوں گے اور دوزخ میں ہوں گے، اس کے ساتھ ہی سورۂ نساء کی آیت کریمہ اور اس کا ترجمہ پڑھیے۔

وَمَن یُشاقق الرسول من بعد ماتبَیّن لہ الھُدٰی وَیَتبع غیر سبیل المؤمنین نُولّہ ماتولیّ وَنُصلہ جھنم وساءت مصیراً (سورہ النساء ۱۱۵)

اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی اور مسلمانوں کے راستے کے خلاف کسی دوسرے راستے کا اتباع کرے، تو ہم اس کو کام کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔

اس آیت میں واضح طریقہ پر بتا دیا ہے کہ جو شخص مؤمنین کے راستہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔ جو لوگ قادیانی مبلغوں کی باتوں میں آکر دھوکہ کھا گئے اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ

کرنے والے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مان کر قرآن کے اعلانِ ختمِ نبوت کو جھٹلا بیٹھے ہیں اور چودہ سو سال سے جو مسلمانوں کا ختمِ نبوت کا عقیدہ تھا اس کے خلاف دوسرا عقیدہ اختیار کر کے کفر اختیار کر چکے ہیں ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ واپس ہو کر اسلام قبول کریں اور کفر سے توبہ کریں اپنی جان کو جو دوزخ میں دھکیل چکے ہیں اس پر اصرار نہ کریں۔

ہر قادیانی یہ غور کرے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا بتایا ہے اور ان کو خوش کرنے کے لئے جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کیا ہے اور آج تک اس کے ماننے والوں کا کافروں ہی سے جوڑ ہے اور ان ہی کی خدمات انجام دیتے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ منکرین رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مکذبین قرآن ہی سے قادیانیوں کا جوڑ ہے اور کافر ان کی پشت پناہی کیوں کرتے ہیں؟ دیکھو ہندوستانی حکومت نے نئی دہلی میں ان کو بہت بڑی زمین دی ہے۔ اسرائیل میں ان کا دفتر ہے۔ مرزا طاہر نے ربوہ سے راہ فرار اختیار کی تو انگریزوں نے لپک کر اسے پناہ دی۔ مرزا قادیانی کے ماننے والوں کا کافروں سے جوڑ ہے اہل ایمان سے توڑ ہے۔

ہر قادیانی اس پر غور کرے اور یہ بات بھی فکر کرنے کی ہے کہ مرزا قادیانی کے ماننے والے مسلمانوں ہی میں اپنی دعوت کا کام کیوں کرتے ہیں، ہندو یہود اور نصاریٰ میں اپنا کام کیوں نہیں کرتے، کیا یہ بات نہیں ہے کہ اہل ایمان کے دلوں سے ایمان کھرچنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے، جو اہل کفر ہیں ان سے دوستی ہے خود بھی کافر وہ بھی کافر ان کو اپنے دین کی دعوت دینے کا کچھ فائدہ نہیں، یہ جو علماء اسلام سورۂ احزاب کی آیت سناتے ہیں اس کا مضمون سمجھاتے ہیں، قادیانی مبلغین اپنے عوام کو بہکانے کے لئے خاتم النبیین کا ترجمہ افضل النبیین کر دیتے ہیں۔ یہ کفر بالائے کفر ہے۔

کیونکہ اول تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کے منکر ہیں پھر آیت کریمہ کی تحریف کر دی۔ اگر قادیانی یوں کہہ دیں کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے تو جاہل سے جاہل مسلمان ان کے قریب نہیں جائے گا۔ لہٰذا قرآن کو ماننے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں پھر اس کی تصریحات کو بھی نہیں مانتے۔ قادیانی مبلغوں کے سامنے جب یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والمرسلین تھے تو آپ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو کیسے نبی مانتے ہو تو اس سوال کے جواب میں جو انہوں نے بہت سی کفریہ تاویلیں بنا رکھی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا ظہور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا دوبارہ تشریف لانا ہے۔ اس بات کو ظلی اور بروزی نبی سے تعبیر کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر تمہارا دین علیحدہ کوئی دین نہیں ہے، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اور اس دین کی اشاعت کے لئے مرزا قادیانی کا ظہور ہوا تو مرزا نے جہاد کو کیوں منسوخ قرار دیا اور کافروں سے کیوں موالات کی، جو اب تک ہے۔ اور یہ بتاؤ کہ قرآن حکیم کی تعلیم ناظرہ و حفظ اور تجوید اور قرأت اور تفسیر پڑھانے کے

تمہارے مدرسے کہاں ہیں جہاں تم پڑھتے ہو اور اولاد کو بھیجتے ہو؟ اور احکام و مسائل کی وہ کون سی کتابیں ہیں جن پر عمل کرتے ہو۔

حضرات صحابۂ کرام، محدثین و مفسرین وفقہا جو مرزا غلام احمد سے پہلے گزرے ہیں ان کے مسلمان ہونے میں تو تمہیں کوئی شک نہیں ہے۔ صحاح ستہ کے مؤلفین تو مسلمان تھے۔ بتاؤ ان تفاسیر و احادیث کی کتابوں کو تمہارے چھوٹے بڑے کہاں پڑھتے ہیں؟ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی درجہ میں بھی تمہارا تعلق ہوتا تو قرآن مجید کو اور اس کی تفاسیر کو اور احادیث کی کتابوں کو اور ان کے شروع کو پڑھتے اور پڑھاتے، اللہ تعالیٰ شانہ نے قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا حکم دیا ہے۔ یہ اتباع آپ کے اقوال و اعمال و تقریرات کو معلوم کئے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا۔ اپنے بچوں کو اور جوانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و اقوال کی کہاں تعلیم دیتے ہو؟ اصل بات یہ ہے کہ تمہارا اسلام کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ کسی طرح تمہارا اسلام ثابت نہیں ہوتا اسی لئے پاکستان کی اسمبلی کے تمام ارکان نے (جن میں ہر مسلک کے ممبران تھے) بالاتفاق تمہیں کافر قرار دیدیا جو لوگ قرآن و حدیث کے ماہر ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ تم کافر ہو اور تم کہتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ کیا یہ زبردستی کا دعویٰ تمہیں دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بن جائے گا۔؟

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث تم لوگ اس لئے نہیں پڑھتے پڑھاتے ہو کہ ان میں جگہ جگہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ "میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں" اگر حدیثیں پڑھو پڑھاؤ گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرو گے تو مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کو جھٹلانا پڑے گا۔ لہذا تم لوگوں نے یہ راستہ نکالا ہے کہ آیت قرآنیہ کی تحریف کر دی، احادیث کو پڑھنا چھوڑ دیا۔ اپنے دل سے پوچھو، کیا اس طرح ایمان اور قرآن سے کوئی تعلق باقی رہ جاتا ہے؟ مرنے کے بعد کیا ہو گا اس پر خوب غور کر لو۔

ہر قادیانی کو فکر کرنا لازم ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ دنیاوی نہیں ہے آخرت میں نجات کا مسئلہ ہے۔ دین اسلام قبول کرنا دوزخ سے بچنے ہی کے لئے ہے۔ دنیا تو کسی نہ کسی طرح گزر ہی جاتی ہے اسلام قبول کرنے کی ضرورت اسی لئے ہے کہ دوزخ سے بچ سکیں اور جنت میں داخل ہو سکیں۔ اگر تم اپنے کو مسلمان سمجھتے رہے لیکن قرآن کے منکر رہے اور قرآن کے حاملین اور عاملین کے اعلان کے مطابق کافر ہی رہے تو اس جھوٹے دعوائے اسلام سے آخرت کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ ہم سچے دل سے ہر قادیانی کو فکر کی دعوت دیتے ہیں کہ اپنی جان اور اہل و عیال کو دوزخ سے بچائیں اور........ مرزا طاہر اور اس کے چھوڑے ہوئے مبلغین کے دھوکہ میں نہ آئیں، یہ دعوت فکر بالکل خیر خواہی پر مبنی ہے، خوب سمجھ لیں۔

شیطان اس پر خوش ہوتا ہے کہ مسلمان ہونے کا مدعی بھی ہو اور مسلمان ہی نہ ہو اور اس کے ساتھ

دوزخ میں چلا جائے۔ قرآن مجید کے اعلان پر غور کریں۔

یاأیھاالناس اتقوا ربکم واخشو یوماً لایجزی والد عن ولدہ ولامولود ھو جاز عن والدہ شیئاً ان وعداللّٰہ حق فلا تعرنکم الحیواۃ الدنیا ولایغرنکم باللّٰہ الغرور

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس دن باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دیگا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کچھ بھی بدلہ دینے والا ہوگا۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے۔ سو تمہیں دنیا والی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے، اور ہرگز تمہیں اللہ کا نام لیکر بڑا دھوکہ باز دھوکہ میں نہ ڈالے۔

مرزا طاہر نے آجکل اپنے ماننے والوں کو کفر پر جمائے رکھنے کا ایک اور حیلہ تراشا ہے کہ دیکھو مسلمانوں میں سے فلاں صاحب اقتدار اور فلاں عالم کو قتل کر دیا گیا اور فلاں شخص فلاں مرض میں راہی ملک بقا ہوا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مرزا قادیانی نبی تھا (العیاذ باللہ) یہ وہی مثال ہے کہ مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ۔ دنیا سے مومن بھی رخصت ہوتے ہیں اور کافر بھی مرتے ہیں، موت کے ظاہری اسباب مختلف ہوتے ہیں۔ کسی کے کسی حالت میں دنیا سے چلے جانے کو اس بات کی دلیل بنا لینا کہ وہ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتا عجیب بے جوڑ مہمل دلیل ہے، مرزا طاہر مناسب جانے اور دنیا میں جتنے لوگ حوادث میں یا وبائی امراض میں مرے ہیں ان سب کی فہرست بنا لے۔ سینکڑوں افراد کی فہرست بن جائے گی۔ اور ساتھ ہی اپنے دادا جھوٹے مدعی نبوت کا نام بھی اس میں لکھ لے کیونکہ اس کی موت ہیضہ میں ہوئی تھی اور ان سب کو مرزا کی نبوت کی دلیل میں پیش کر دے، یاد رہے کہ اس میں سابق صدر امریکہ کینیڈی اور چارلس کی سابقہ بیوی ڈیانا کا نام بھی لکھ دے اور مصر اور ترکی کے وزیروں کے قتل کو بھی اپنے دادا کی نبوت کی دلیل بنا لے کیونکہ یہ سب لوگ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے تھے۔

مرزا طاہر سے تو کیا خطاب کیا جائے وہ تو اپنی امارت کو باقی رکھنے کے لئے دوزخ میں جانے کو تیار ہے، جو لوگ مرزائیوں کے جال میں پھنس کر دوزخ کے مستحق بن چکے ہیں ان سے درخواست ہے اور مکرر درخواست ہے کہ دوزخ سے بچنے کے لئے فکر مند ہوں اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا کریں کہ کفر سے نکلنا آسان فرما دے۔

ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہ قلب اوالقی السمع وھوشھید

حاجی رفیق غلام ربانی (تلہ گنگ)

حضرت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ

بے باک مبلغ............درویش انسان

حضرت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ جب پہلی دفعہ تلہ گنگ تشریف لائے تو انکا شاندار استقبال کیا گیا اور رات کو آپ نے ہزاروں کے اجتماع سے چینجی چوک میں خطاب فرمایا۔ جس میں آپ نے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل ایک ماہیا سنایا

بوٹا راہ نال اے
ڈرپیا لگدا اے یاری بے پراہ نال اے

آپکی آمد پر چکوال سے لیکر میانوالی تک لوگ تشریف لائے۔ اس کے بعد آپ سال میں ایک دفعہ ضرور تشریف لاتے اور خطاب فرماتے رہائش کا انتظام راقم الحروف کے ہاں رہتا اور کھانے پینے میں بڑے بے تکلف تھے جو کچھ روکھا سوکھا گھر میں ہو کھا لیتے۔ کبھی بھی پر تکلف کھانے کی فرمائش نہیں کی۔ میری بہو کو اپنی بیٹی کہتے۔ ایک دفعہ راولپنڈی اسلام آباد سے رات کو تشریف لائے د گھر میں موٹھ کی دال پکی ہوئی تھی کھا وہی لائیں اور پھر بے تکلفی سے تناول کی ویسے بھی کبھی وقت بے وقت تشریف لاتے تو اپنے گھر کی طرح تشریف لاتے اور فرماتے یہ میرا اپنا گھر ہے۔ راولپنڈی اسلام آباد جاتے تو صوفی غلام نقشبند صاحب مرحوم کے ہاں قیام ہوتا۔ وہاں بھی اپنے گھر کی طرح رہتے۔ جناب نقشبند صاحب اللہ ان پر اپنا کرم فرمائے اور ان کی مغفرت فرمائے بڑی تواضع کرتے تھے ان کے اسلام آباد اور راولپنڈی کے اجتماعات میں پنڈی کے تمام دوست آتے اور ملاقات کا شرف حاصل کرتے۔ ایک دفعہ آپ نے پنڈی میں دس روز قیام کیا اور مختلف اجتماعات میں خطاب فرمایا۔ مولانا غلام یٰسین صاحب آپکے ہمراہ رہتے۔ جب آپ نے تلہ گنگ کا آخری دورہ کیا تو آپ کو مولانا عنایت اللہ چشتی (سابق مبلغ مجلس احرار اسلام شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت قادیان) کی کتاب ''مشاہدات قادیان'' کا مسودہ پیش کیا گیا۔ آپ نے تین روز تک تلہ گنگ میں قیام کیا۔ ایک رات مسجد اویسیہ چکوال میں قیام کیا اور صبح حضرت مولانا غلام حبیب صاحب نقشبندی رحمہ اللہ کے ہاں تشریف لے گئے اور تقریباً دو گھنٹے ملاقات کی۔ اسکے بعد قاضی مظہر حسین کے ہاں بھی گئے۔ وہاں دوران گفتگو میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں بزرگوں کے درمیان جو اختلافات ہیں ان کا ذکر ہو جائے پھر زندگی میں ملاقات ہو یا نہ ہو۔ تو قاضی صاحب نے کہا۔ ''کہ اختلاف کی کیا بات ہے۔؟ یہ تو ہوتے رہتے ہیں اور ہمارا تو کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس میں اختلاف ہو''۔ قاضی صاحب دوران گفتگو شاہ جی کے گھر کے حالات، امان جان و

دیگر بھائیوں کی خیریت دریافت کرتے رہے۔ اسکے بعد آپ ہمارے ہمراہ جہلم روانہ ہو گئے اور یہاں قاضی عبداللطیف کے مدرسہ میں دو روز قیام کیا۔ قاضی عبداللطیف نے فرمایا کہ "شاہ صاحب نے دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کا عظیم کارنامہ سر انجام دیا ہے۔ خصوصاً خال المسلمین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کر کے اہلسنت پر احسان عظیم فرمایا۔ ربوہ میں جامع مسجد احرار کے سنگ بنیاد رکھنے کے موقع پر آپ نے بہت صعوبتیں برداشت کیں۔ جو یقیناً آپ کی ہمت اور جرأت کا مظہر ہیں۔ آپ نے لاوہ، تلہ گنگ، چکڑالہ اور ضلع میانوالی کے پرانے احرار کارکنوں کو اکٹھا کیا اور ان علاقوں میں جماعت کا قیام عمل میں لائے۔ موضع جابہ تحصیل خوشاب جو مرزائیوں نے آباد کیا تھا وہاں بھی احرار کانفرنس منعقد کی اور بچنند کے مقام پر سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری کو بھیج کر جلسہ منعقد کرایا۔ جہاں مرزائیوں نے اعلان کیا ہوا تھا کہ کوئی احراری اگر یہاں داخل ہوا تو گولیوں سے بھون ڈالیں گے۔ وہاں شاہ جی نے مرزائیت کے تارو پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ قادیان کے بعد یہ برصغیر کی تاریخ کا منفرد واقعہ تھا۔ سید عطاء المحسن بخاری کی رگوں میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کا خون دوڑ رہا تھا۔ بہادر باپ کے بہادر فرزند نے مرزائیوں کو للکارا۔ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہاں کوئی گڑ بڑ کرے۔ مسلسل پانچ سال تک جلسے ہوتے رہے جناب کپتان غلام محمد مرحوم علاقہ کے بہادر احرار رضا کار تھے۔ شاہ جی کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ تلہ گنگ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام سب سے پہلے احرار کے اسٹیج سے ہی لیا گیا۔ اور پھر جو بھی آیا اسکی تقریر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر خیر کے بغیر مکمل نہ ہوتی تھی۔ ایک دفعہ علامہ دوست محمد قریشی مرحوم تشریف لائے تو شاہ صاحب کا ذکر ہوا۔ آپ فرمانے لگے۔ "سید ابو معاویہ ابوذر بخاری کا یہ کارنامہ ہمیشہ یاد رکھا جائیگا کہ پاکستان میں پہلا یوم معاویہ انہوں نے منایا، جبکہ ہمارے سمیت کوئی بھی حضرت معاویہ کا نام تک زبان پر لانا گوارہ نہ کرتا تھا۔ تو جب ملاقات ہوتی بڑی شفقت فرماتے۔ راقم الحروف اور آپ تقریباً ہم عمر تھے۔ ملتان کئی دفعہ جانا ہوا اور آپ سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ میں نے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو آپکے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا۔ دوستوں سے بہت محبت فرماتے۔ مجلس احرار اسلام کو آپ نے بچایا جواب سیاسیات سے بے نیاز ہو کر دینی خدمات سر انجام دے رہی ہے۔ یہ سب آپکی دن رات محنت کا ثمر ہے۔ آپ کے تبلیغی اور تصنیفی کارنامے رہتی دنیا تک یاد رہیں گے۔

آپ کا رہن سہن بالکل سادہ تھا۔ پیدل بھی سفر کر لیتے تھے۔ ہمارے علاقہ میں زیادہ سفر بسوں پر ہوتا تھا وہ کبھی نہ ملتی تو کئی میل پیدل چلنا پڑتا۔ بڑی ہنسی خوشی سے سفر کرتے اور کبھی محسوس نہ کیا۔ آپکی طبعیت میں روکھا پن نہ تھا۔ احباب میں گھل مل جاتے۔ جب کبھی ملتان حاضری کا موقع ملتا بڑے تپاک سے ملتے اور کئی دن تک اپنے پاس مہمان رکھتے اور خوب جی بھر کے حال دل سناتے اور ہماری سنتے۔ کبھی ہنستے اور کبھی رلاتے اب تو وہ محفل بھی سونی پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکو کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطاء فرمائے۔

آپ کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

ابوالاحسان غلام حسین
رکن مجلس احرار اسلام (ڈیرہ اسمٰعیل خان)

افادات ابوذر رحمہ اللہ

جناب ابوالاحسان غلام حسین، مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسمٰعیل خان کے قدیم و مخلص کارکن ہیں۔ جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابو ذربخاری رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں خاص انس اور محبت ہے۔ حضرت شاہ جی علیہ الرحمۃ کی مجالس میں حاضری اور آپ کے ملفوظات و ارشادات کو قلم بند کرنا ان کا مشغلہ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رحمہ اللہ ان کے ساتھ بہت شفقت فرماتے۔ جناب غلام حسین نے جولائی ۱۹۸۵ء میں حضرت شاہ جی کی ڈیرہ اسمٰعیل خان کی ایک نشست کی چند جھلکیاں محفوظ کی ہیں۔ انہوں نے مجلس احرار اسلام کے کارکنوں سے گفتگو کرتے ہوئے کچھ ہدایات دی تھیں......ان میں دعوت عمل بھی ہے اور پیغام احرار بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

عزیزانِ من، کارکنانِ احرار!

تہذیب مغرب کی فحاشی و عریانی کا سیلاب بلاخیزاور نظریات و افکار کا طوفان بد تمیزی بہت تیزی سے ملتِ اسلامیہ پر حملہ آور ہے۔ مجلس احرار اسلام کے اراکین و معاونین تحسین و مبارکباد کے مستحق ہیں جو اپنی استطاعت، ذہنی و فکری صلاحیت، قیمتی وقت اور مال و جان دین اسلام کی حفاظت میں کھپا رہے ہیں۔

احرار کارکنو! دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت، عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت اور مقام و منصب صحابہ رضی اللہ عنہم کا دفاع، احرار کا نصب العین اور مشن ہے۔ پورے عزم و یقین، ہمت و جرأت اور استقامت کے ساتھ اس مشن کو گھر گھر پہنچا دو۔

قول و عمل، قرطاس و قلم اور فکر و عمل کی قوتوں سے لیس ہو کر دشمنانِ دین اسلام کے استیصال اور حکومت الہیہ کے قیام کے لئے سر جوڑ کر جدوجہد کریں۔

احرار کی تاریخ تو یہ ہے کہ........

طوفان سے کھیلے ہیں، تو موجوں میں پلے ہیں
تب گوہر شہوار رکے سانچے میں ڈھلے ہیں

آج ہمارے وہ بزرگ جو وجۂ اشتراک و اتحاد تھے۔ ہم میں نہیں رہے۔ مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ، سید احمد شہید، شاہ اسمٰعیل شہید، رشید احمد گنگوہی، محمد قاسم نانوتوی، شیخ الہند محمود حسن، علامہ انور شاہ کشمیری، مفتی کفایت اللہ، احمد سعید دہلوی، ابوالکلام آزاد، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، سید حسین احمد مدنی، احمد علی لاہوری، گل شیر شہید، حبیب الرحمن لدھیانوی، چوہدری افضل حق، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری رحمہم اللہ علیہم اجمعین

اگر آج یہ لوگ زندہ ہوتے تو ہم دیکھتے کہ علماء کی جماعت اور دینی رہنما دائیں اور بائیں بازو کے سرمایہ پرست اور

سیکولرسٹوں سے کیسے سیاسی ناطے جوڑتے اور اپنے ہم مسلک دوستوں کو چھوڑ کر لادین سیاست دانوں کے ہم نوا ہوتے۔

ہماری بعض دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے افلاطون کے دماغ کی اختراع جمہوریت اور لینن، مارکس، ماؤزے تنگ، سٹالن کے کمیونزم کو مشرف بہ اسلام کرنے کی جدوجہد تو کی مگر حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے کچھ نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ جو علماء جمہوریت کے استحکام کے لئے کام کرتے رہے۔ آج اپنا وقار کھو بیٹھے۔ اپنے ایمان کی پونجی لادین سیاست دانوں کی چوکھٹ پر قربان کر کے تنہا ہو گئے ہیں اور آپس میں لڑ رہے ہیں۔

جب تک حضور ﷺ کی سرسبز و شاداب کھیتی "شریعت محمدیہ" کے نفاذ کے لئے خالص جدوجہد نہیں کی جائے گی، نہ اسلام آئے گا اور نہ علماء کا وقار بحال ہوگا۔ جو لوگ وقت کے شعبدہ باز سیاست دانوں کے آلہ کار بن کر اپنی شخصیت اور سیاست چمکا رہے ہیں وہ دراصل اکابر علماء حق کے افکار و جدوجہد کا خون کر کے اس سے اپنے ہاتھ رنگ رہے ہیں۔

کہاں ان کی محنت، جہاد فکر و عمل، عزم و استقامت، عظمت و جلال، ہیبت اور ایثار و وقار۔ اور کہاں آج کے سیاسی علماء۔۔ انہوں نے تو ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دور یاد دلایا۔ جن کی ہڈیوں، پسلیوں، سروں اور خون کی قربانیوں سے اسلام کی آبیاری ہوئی۔

میں کبھی کبھی تنہائی میں بیٹھ کر سوچتا ہوں تو اس نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ اسلام عملاً ہم سے روٹھ گیا ہے۔ جب حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ سے ہم نے روگردانی کرلی ہے تو اسلام کہاں ہمارے گھروں میں باقی رہے گا۔

آج ہم نے اپنے اسلاف کی محنت کو برباد کردیا۔ ان کی روحوں کو تسکین پہنچانے کی بجائے دکھ درد پہنچا رہے ہیں۔

نوجوانو! اٹھو، اب وقت جہاد ہے۔ شہادت کی موت کی تمنا لیکر نکل پڑو۔ جب نیکی کے کام پر قدم بڑھایا ہے تو واپس پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا۔ یہ بزدلی کی علامت ہے۔ والد ماجد سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب ایک قدم نیکی یا دین اسلام کی خاطر مار کھانے کے لئے، ختم نبوت کی حفاظت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ کی پیروی کرنے کو اٹھاؤ تو پھر پیچھے گردن مت موڑو، ورنہ شکست کھا جاؤ گے۔ سید عطاء اللہ شاہ نے ہمیں یہی سکھایا اور بتلایا کہ مجاہد اور سپاہی کی زندگی بسر کرو۔ یہی ہماری دعوت و پیغام ہے۔

یہ میرے ڈیرہ اسماعیل خان کے ساتھی ہیں چودھری نورالدین، بھائی غلام حسین، بھائی ربنواز وغیرہ موجود ہیں ان سے رابطہ رکھیں اور کام کریں۔ مجلس احرار اسلام سے بھرپور تعاون کریں۔ اللہ آپ کا ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

کروڑوں رحمتیں ہوں سید ابو ذر کی تربت پر
صدیوں میں ایسا صاحبِ ارشاد ہوتا ہے

محترم چودھری ثناء اللہ بھٹہ (بساطِ ادب، لاہور)

چودھری برکت علی مرحوم

دو سال پہلے عزیزی محمد خالد و عزیزہ صدیقہ بیگم دختر چودھری برکت علی مرحوم کو ایک نجی محفل میں چودھری برکت علی مرحوم سے اپنی ملاقات کا تذکرہ کیا تو وہ بضد ہوئے کہ سارا واقعہ تحریر کر کے دیا جائے۔ مجھے یاد نہیں پڑ رہا تھا کہ آل انڈیا احرار کانفرنس منعقدہ بٹالہ (ضلع گورداسپور) کس سن میں منعقد ہوئی تھی اس کا صحیح تعین کرنے میں دو سال گذر گئے۔ پرانے ساتھی اللہ کو پیارے ہو گئے، جن سے ملاقات ہوئی وہ بھی تذبذب میں تھے۔ بہر حال اب سن کا تعین ہو جانے پر یہ یادداشت تحریر کی گئی ہے۔ مرحوم چودھری صاحب موجودہ دور کی مشہور سیاسی شخصیت، سابق گورنر اور وزیر اعلیٰ پنجاب حنیف رامے کے چچا تھے۔

شروع اپریل ۱۹۳۷ء کی بات ہے کہ بٹالہ ضلع گورداسپور میں آل انڈیا احرار کانفرنس کا انعقاد ہو رہا تھا۔ کانفرنس کی صدارت سی، پی (بھارت) کے بیرسٹر عزیز احمد نے کرنا تھی۔ ان کا خطبۂ صدارت احرار کی اعلیٰ ترین پالیسی ساز کونسل میں منظوری کے لئے زیر بحث تھا۔ کیونکہ طریقہ کار کے مطابق آئندہ سال کے لئے جماعت کی پالیسی کا تعین اس سالانہ کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں ہونا تھا۔ اس لئے کانفرنس کے کھلے اجلاس میں پیش ہونے سے پہلے جماعت کی جنرل کونسل میں پاس کیا جاتا تھا۔

اس زمانہ میں روس میں مروجہ سوشلزم سیاسی محفلوں کا مرغوب موضوع تھا اور ہندوستان میں ہر سیاسی جماعت اس نظام زندگی کے متعلق اپنا نقطۂ نگاہ طے کرنا ضروری سمجھتی تھی۔ عزیز احمد بیرسٹر بھی حالات و ماحول کے تقاضوں کے زیر اثر سوشلزم سے متاثر تھے اور انہوں نے اپنے خطبۂ صدارت میں اس نظام کے بعض گوشوں پر خوشگوار انداز میں بحث کر کے مجلس احرار اسلام کو آئندہ کی جماعتی پالیسی میں ان نظریات کو قبول کرنے کی ترغیب دی تھی۔ آل انڈیا مجلس احرار اسلام کی جنرل کونسل خطبہ صدارت کا شق وار تجزیہ کر کے آئندہ کا لائحہ عمل ترتیب دینے میں مشغول تھی۔ اجلاس میں تقریباً تین سو سے زائد ملک بھر سے آئے ہوئے مندوبین اپنی اپنی رائے کا اظہار کرنے میں مصروف تھے۔

میں اس وقت احرار رضاکار کی حیثیت سے اس اجلاس میں شرکاء کی فوری ضروریات مہیا کرنے پر مامور تھا۔ بحث ہنگامہ پرور تھی۔ ہر شق پر بڑے کھلے دل و دماغ سے اظہار خیال ہو رہا تھا۔ اجلاس میں ایک درمیانہ قد کے گھٹے جسم کے پہلوان بہت زیادہ تیز انداز میں بحث میں حصہ لے رہے تھے۔ بلکہ بعض اوقات وہ کسی دوسرے مقرر سے الجھ بھی پڑتے تھے۔ وہ سوشلزم کے موضوع پر بیرسٹر عزیز احمد صاحب کے ہم نوا تھے۔ اور چاہتے تھے کہ احرار کی مستقبل کی پالیسی سوشلزم کی روح کو قبول کر کے بنائی جائے۔ چند ایک اور حضرات بھی ان کے ہم خیال تھے۔ لیکن اکثریت احرار کے دینی مزاج کی روشنی میں اس نظام زندگی کی مخالف تھی۔

کیونکہ وہ تو خالص اسلامی نظام حکومت (حکومتِ الٰہیہ) کے داعی تھے۔ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ میں نے محسوس کیا کہ اس اجلاس کے بعد احرار میں وسیع پیمانے پر اختلافات پیدا ہو جائیں گےاور جماعت انتشار کا شکار ہو جائے گی۔ چنانچہ میں نے اجلاس کے باہر اپنے ساتھیوں سے اس خدشہ کا اظہار کیا تو ان میں میرے حقیقی چچا مستری محمد ابراھیم صاحب سالار احرار ضلع گورداسپور بھی تھے۔ وہ ایسے کئی مناظر پہلے ہی دیکھ چکے تھے۔ کیونکہ وہ خلافت تحریک کے زمانہ میں بھی ضلع گورداسپور کے رضاکاروں کے سالار رہ چکے تھے۔ انہوں نے مجھے تسلی دی کہ کچھ نہیں ہو گا فکر نہ کرو۔ اندر جو کچھ ہو رہا ہے یہ احرار کی روایات کا خاصہ ہے۔ یہاں ہر معاملہ پر کھلے دل سے بحث ہوتی ہے۔ لیکن فیصلے ہو جانے پر لب شیرو شکر ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ وہی ہوا کہ جب اجلاس ختم ہوا تو تمام حضرات ایک دوسرے کو بغل میں لئے ہوئے کمرہ سے باہر آ رہے تھے۔ میں نے چچا جان سے پوچھا کہ اجلاس میں وہ صاحب کون تھے جو سب سے زیادہ بحث کر رہے تھے اور بڑے ہی دبنگ انداز میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنی قوت گویائی کا بھرپور اظہار کر رہے تھے۔ تو انہوں نے بتایا کہ یہ لاہور سے چودھری برکت علی صاحب ہیں جو بہت بہادر، نڈر اور اپنی رائے کو منوانے کے لئے بے پناہ دلائل سے بہرہ مند ہیں۔ جماعت کے جی دار نوجوانوں کے سرخیل ہیں۔ پھر انہوں نے مجھے چودھری صاحب سے متعارف کرایا یہ چودھری برکت علی صاحب سے میری پہلی ملاقات تھی۔ پھر جب ۱۹۴۲ء میں، میں آل انڈیا مجلس احرار اسلام کے مرکزی دفتر میں بطور آفس سیکرٹری مقرر ہوا تو شب و روز ان سے واسطہ رہا۔ میں نے انہیں انتہائی مخلص اور مشن سے انتہا محبت کرنے والا پایا۔ ان کی رائے میں پختگی سوچ میں راست بازی۔ عمل میں انتھک اور مقصد کے حصول میں بے دریغ دیکھا۔

چودھری صاحب مرحوم سوشلزم سے کافی متاثر تھے یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے اشاعتی ادارے "پنجاب بک ڈپو" سے بے شمار کتب اور کتابچے سوشلزم کی تحریک کے لئے مختلف ترقی پسند مصنفین سے لکھوائے اور چھاپے۔ ان رجحانات کے باوجود وہ ہندوستان کی سیاسی فضا میں احرار سے ہی محبت کرتے تھے اور دامے درمے سخنے مدد بھی فرماتے تھے۔ وہ ایک طویل عرصہ تک مجلس احرار اسلام لاہور کے صدر بھی رہے۔ ۱۹۴۶ء میں، میں نے دفتر احرار سے الگ ہو کر اپنا ذاتی اشاعتی ادارہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن کم مائیگی کے باعث کامیاب نہ ہو سکا۔ چنانچہ ملک کے مشہور اشاعتی ادارے "شیخ غلام علی اینڈ سنز" سے بحیثیت منیجر منسلک ہو گیا۔ یہ ظاہری طور پر تو ملازمت ہی تھی لیکن فرم کے مالک شیخ نیاز احمد صاحب کی محبت اور اعتماد کے باعث میں اس خاندان کا ایک فرد بن گیا۔ پوری لگن سے پانچ سال تک ان تعلقات کو نبھایا لیکن ایک دفعہ پھر اپنا ادارہ بنانے کا عزم کیا اور "مکتبہ جہان نو" کے نام سے عرب ہوٹل ریلوے روڈ کے متصل اسلامیہ کالج کے سامنے اپنا کاروبار شروع کیا جو آجکل "بساط ادب" کے نام سے ادبی مارکیٹ چوک انار کلی ۱۹۹ سرکلر روڈ پر برسر کار ہے۔ اتفاق سے انہی دنوں لاہور کے ۹/۸ چیدہ مسلم ناشران کتب کے باہمی اشتراک سے قائم

شدہ "پبلشرز یونائیٹڈ" کے اردو سیکشن واقع چوک انار کلی سر کلر روڈ میں ملازمین کی باہمی شکر رنجی اور کچھ حصہ داروں کی ذاتی اغراض سے مناقشات نے سر اٹھایا۔ اس سیکشن کے منیجر کا مسئلہ حصہ داران کے لئے درد سر بن گیا۔ کیونکہ اس وقت ایک حصہ دار کے بیٹے وہاں منیجر تھے اور وہ کوشاں تھے کہ اس پر مکمل ان کا قبضہ ہو جائے۔ جبکہ چودھری برکت علی اور شیخ نیاز احمد کے علاوہ بعض دوسرے حصے دار کسی غیر جانبدار فرد کو بحیثیت منیجر مقرر کرنا چاہتے تھے۔ ان کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی تو شیخ نیاز احمد صاحب نے خود تو براہ راست بات نہ کی لیکن چودھری برکت علی صاحب کے ذمہ لگایا کہ وہ مجھ سے رابطہ کر کے رضامند کریں۔ احرار میں چودھری مرحوم کی دلچسپی اور بعد میں ذاتی مراسم کے باعث میں ان کی بہت عزت و توقیر کرتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے حامی بھر لی۔ مجھے یاد فرمایا، میں پنجاب بکڈپو حاضر ہوا تو انہوں نے اس موضوع پر دکان کے اندر بات کرنا مناسب نہ سمجھا کہ بہت سے ادیب، فنکار، کاتب اور تاجر حضرات کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ چنانچہ وہ مجھے دکان سے باہر سڑک کے پار لگے ہوئے لکڑی کے جنگلے کے پاس لے گئے۔ میں حیران تھا کہ آج کونسی اہم بات کرنا مقصود ہے کہ اس طرح ہنگامہ آرائی سے ماورا گفتگو کے لئے جگہ کا انتخاب کیا گیا ہے۔ تقریباً دو گھنٹے ہم اس جگہ کھڑے کھڑے مصروف گفتگو رہے۔ مرحوم کا اصرار تھا کہ میں ان کی پیشکش کو قبول کر لوں۔

پیشکش میں اس زمانہ (۱۹۵۱ء) میں ۲۰۰ روپے ماہوار تنخواہ کے علاوہ کل منافع میں سے دو آنے فی روپیہ حصہ بھی شامل تھا۔ وقت کے مطابق یہ پیشکش انتہائی کشش انگیز تھی لیکن میں نے ان کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے جواب دیا کہ "غلام علی اینڈ سنز" میں صرف دو مالکان سے واسطہ تھا۔ یہاں ۹/۸ حضرات کی غلامی قبول نہیں کر سکتا۔ پھر انہوں نے اپنی بات ایک اور انداز میں مکمل کی کہ آپ پنجاب بکڈپو یا غلام علی اینڈ سنز یا فوجی کتب خانہ وغیرہ کی سج دھج اور کاروباری ساکھ کو نہ دیکھیں کہ یہ ان لوگوں کی سالہا سال کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔ میرا جواب تھا کہ "چودھری صاحب، میں نے اگر آج پبلشرز یونائیٹڈ کی ملازمت کر بھی لی تو کتنے سال تک ہو گی۔ ۵ سال، ۱۰ سال، ۱۵، سال پھر مجھے اپنا کاروبار کرنا پڑے گا تو میں اب ہی یہ عرصہ اپنے ذاتی کاروبار کی ساکھ بنانے پر صرف کروں تو راستہ آسان ہو جائے گا"۔ مرحوم نے میری بات پر مجھے شاباش دی اور نیک دعاؤں کے ساتھ مجھے اپنے کام میں جُت جانے کا پیغام دیا۔ الحمدللہ کہ سالہا سال کی انتھک محنت اور بعض نامساعد حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے بعد میں اس جگہ ہوں کہ مجھے اس وقت کے فیصلہ پر فخر ہے۔

چودھری مرحوم نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک مجھے عزیز رکھا اور ہر طرح کی کاروباری الجھنوں کے حل میں رہنمائی فرمائی۔ ان کی محبت، خلوص اور دل بستگی سے آج بھی دل کو فرحت نصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

سید محمد ارشد بخاری ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (احمد پور شرقیہ)

ترجمۂ قرآن مجید از جناب سید غلام شبیر بخاری پر ناقدانہ تبصرہ

دوسری صدی ہجری میں فنون عربیت کے ایک جلیل القدر امام گزرے ہیں۔ اصمعی۔ عربی زبان وادب میں وہ اتھارٹی سمجھے جاتے تھے۔ شعراء جاہلیت کے ہزاروں اشعار نوک بر زبان تھے۔ ان کے علم وفضل کے پیش نظر خلیفۂ ہارون الرشید عباسی نے اپنے لڑکوں امین اور مامون کے لئے بطور اتالیق ان کا انتخاب کیا تھا۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اس جلالت علمی کے باوجود دین کے معاملہ میں ان کی حزم واحتیاط کا یہ حال تھا کہ جب قرآن پاک کے کسی لفظ کے بارے میں ان سے سوال کیا جاتا، تو جواب دیتے کہ عربی زبان ہونے کے لحاظ سے تو اس لفظ کے یہ معنیٰ ہیں اور پھر شواہد کے طور پر اس پر بیسیوں اشعار پڑھ دیتے۔ لیکن آگے فرماتے کہ اللہ نے اپنے کلام میں اس لفظ سے کیا مراد لیا ہے۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا۔

تفسیر قرآن کے سلسلہ میں یہ احتیاط صرف اصمعی ہی کا وطیرہ نہیں بلکہ سلف صالحین سب کے سب اس معاملہ میں نہایت محتاط تھے۔ وجہ یہ کہ ان کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان گرامی تھا۔

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعدہ من النار (ترمذی جلد۲ صفحہ۱۱۹)

جو شخص نہ جاننے کے باوجود قرآن میں کچھ کہنا شروع کردے تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔ اسی لئے تو اعلم الامۃ (۱) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے تھے۔

ای ارض تقلنی وای سماء تظلنی لوقلت فی القرآن مالااعلم (الاتقان)

کون سی زمین میرا بوجھ اٹھانے کو تیار ہوگی اور کون سا آسمان مجھے سایہ دے گا، اگر میں قرآن میں کوئی ایسی بات کہہ دوں جو میں نہیں جانتا۔

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: جو شخص عربی زبان سے پوری طرح واقف نہ ہو اور وہ اللہ کے کلام کی تفسیر کرنے لگے تو میں اسے عبرت ناک سزا دوں گا (شرح احیاء العلوم الزبیدی جلد ۴ ص ۵۳۹ جلد ۴ بحوالہ شعب الایمان بیہقی) چنانچہ ہر دور میں علماء امت تفسیرِ قرآن کے سلسلے میں احتیاط سے کام لیتے آئے ہیں۔ اصول تفسیر کے موضوع پر جو کتب لکھی گئی ہیں ان میں شرائط تفسیر پر کافی شرح و بسط موجود ہے۔ علامہ زرکشی کی البرھان، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی الاتقان، سید مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح احیاء العلوم جلد ۴، مناھل العرفان اردو زبان میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی فہم قرآن وغیرہ دیکھی جا سکتی ہیں۔

اس وقت ہم جس بزرگ کے ترجمۂ قرآن کے متعلق اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں انہوں نے خود ہی "کلمات

---

(۱) بخاری مسلم کی ایک طویل روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کان ابوبکر اعلمنا۔

ابتدائی" کے ضمن میں مشہور مفسر قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے دو جملے بلا ترجمہ نقل کئے ہیں۔ ہم اس سے آگے کے چند الفاظ ترجمہ سمیت یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ مفسر بننے کے لئے کن کن چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں۔

لا یلیق لتعاطیة والتصدی للتکلم فیھا الامن برع فی العلوم الدینیة کلھا اصولھا وفروعھا وفاق فی الصناعات العربیة والفنون الادبیة بانواعھا۔

"اس (علم تفسیر کے درپے طلب ہونے اور اس میں گفتگو کے لائق وہی شخص ہو سکتا ہے جو تمام دینی علوم اصول اور فروع میں ماہر ہو۔ فنونِ عربیت اور ادب کی تمام اقسام میں فائق ہو"۔

ایک طرف علماء سلف کی یہ محتاط روش اور دوسری طرف دور حاضر کے لکھے پڑھے طبقہ کی جرأت بلکہ جسارت، حیرت ہوتی ہے کہ مبادی علم سے ناآشنا ہونے کے باوجود کیونکر ایک شخص جرأت کر لیتا ہے کہ وہ مفسر قرآن بن بیٹھے یا امہات المسائل میں دخل دینے لگے۔ ایسا شخص یا تو خود پسندی اور خود نمائی کے عارضہ میں مبتلا ہے یا اُس کا ضمیر خوف خدا سے خالی ہے۔ بہر صورت اس کا موجب خواہ کچھ بھی ہو، ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس قماش کے لوگ "فضلّوا واضلّوا" کا مصداق بنتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ

اس وقت ہمارے سامنے جناب سید غلام شبیر بخاری صاحب کا ترجمۂ قرآن ہے جس کا نام انہوں نے "اختصار البیان۔ فی مافی القرآن" تجویز فرمایا ہے۔ جہاں تک جناب بخاری صاحب کی شخصیت کا تعلق ہے۔ وہ لکھے پڑھے طبقہ میں ایک جانی پہچانی شخصیت ہے۔ وہ محکمہ تعلیم مغربی پاکستان اور پھر پنجاب میں ایک سینئر افسر رہے ہیں۔ ان کی دیانتداری ضرب المثل ہے۔ ایک باکردار، مستعد اور فرض شناس افسر کی حیثیت سے ان کی محکمانہ خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ عرصہ دراز تک ان کا تعلق بہاولپور سے رہا۔ صوبائی آفیسر ہونے کی حیثیت سے لاہور بھی ان کا مستقر رہا۔ ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے مستقل طور پر لاہور میں رہائش اختیار فرمالی۔

جہاں ہم جناب موصوف کے ان محاسن اور فضائل کا دل و جان سے اعتراف کرتے ہیں، وہاں ہم معذرت خواہ ہیں کہ ان اس کاوش اور خدمت، ترجمۂ قرآن، کے سلسلے میں کھل کر اپنی رائے کا اظہار کریں۔

بجا ہے کہ جناب بخاری صاحب بالقابہ ایک سکالر اور ماہر تعلیم ہونے کے لحاظ سے بہت بلند مقام رکھتے ہیں، مگر ہماری معلومات کے مطابق دینی علوم عالیہ اور فنون آلیہ کے لحاظ سے انہیں ایک سطحی عالم کا مقام بھی نہیں دیا جا سکتا۔ شاید وہ ایم۔ اے اسلامیات کی ڈگری بھی رکھتے ہوں، مگر عربی علوم وفنون میں مہارت تو بجائے خود ماند، بقدر ضرورت بھی اُن سے تعلق نہیں رکھتے۔

شاید بعض احباب کو مغالطہ ہو کہ جناب موصوف کے نام کے ساتھ علامہ کا لفظ بطور سابقہ استعمال ہوتا ہے۔ اور بہاولپور کی مشہور دینی درسگاہ، جو افتادِ زمانہ سے اب مرحوم و مغفور ہو چکی ہے۔ جامعہ عباسیہ کی فائنل ڈگری علامہ کہلاتی تھی تو شاید جناب بخاری صاحب نے بھی یہ ڈگری لے رکھی ہو۔ مگر جہاں تک ہم جانتے ہیں واقعہ یوں نہیں ہے۔ انہوں نے جامعہ عباسیہ کا کوئی امتحان پاس نہیں کیا ہوا۔ جب وہ بہاولپور سے تبدیل ہو کر لاہور محکمہ اوقاف اور محکمہ تعلیم میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے اور مختلف محافل مجالس میں انہیں اپنی فصاحت بلاغت کی نمائش کے مواقع میسر آئے تو وہ "علامہ" کہلانے لگے۔

جناب بخاری کے ترجمۂ قرآن کے بارے میں اظہار خیال سے پہلے ہم دو ضروری باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں ایک تو یہ کہ "کلمات ابتدائی" کے صفحہ نمبر XV میں انہوں نے درج ذیل حضرات کی آراء اور تقاریظ کا خلاصہ دیا ہے جناب صدر مملکت، جناب گورنر پنجاب، جناب گورنر سندھ، سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ شیخ انوار الحق ،چیف جسٹس جناب نسیم حسین قادری، جناب پوپ پال ثانی، جنرل شفیق الرحمٰن، مرزا ادیب، حافظ الحاج حکیم محمد سعید، پروفیسر اکرم رضا، ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر منصور الدین احمد، پروفیسر غلام جیلانی اصغر، مختار مسعودؔ، ہمیں حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی کہ رائے دہندگان اور تقریظ نگاروں کی فہرست میں کسی ایک بھی عالم دین کا نام درج نہیں ہے اور جن لوگوں کے نام درج ہیں مانا کہ اپنے اعلیٰ مناصب کی وجہ سے وہ قابلِ قدر ہیں۔ مگر کیا تفسیر قرآن کے موضوع پر بھی اُن کی آراء اُسی عظمت اور جلالت کی مستحق ہیں؟

کہا جاتا ہے کہ مغل بادشاہ اکبر نے اپنے حجّام کی فنی مہارت کو دیکھ کر اُسے کوئی خطاب دیا۔ وہ بے چارہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ دوستوں عزیزوں کو بُلا کر اُن کو شیرینی وغیرہ کھلائی، مگر حجام کی بیوی نے اس خطاب کی کوئی قدر نہ کی۔ کہنے لگی: بادشاہ کیا جانے اس فن کی نزاکتوں اور باریکیوں کو؟ اگر کوئی ماہرِ فن اس قسم کا خطاب دیتا تو ہم بھی سمجھتے کہ میاں کو کوئی اعزاز ملا ہے۔

جناب بخاری، جگہ جگہ علماء کے اسماء گرامی نقل کر کے ان کی خدمات کی تحسین و ستائش فرماتے ہیں، لیکن اپنے ترجمۂ قرآن کے بارے میں رائے معلوم کر لینے کے لئے انہوں نے کسی ایک بوریا نشین عالم کو بھی درخورِ اعتناء نہ سمجھا۔ فیاللعجب! کیا جناب موصوف کی اس روش سے "دال میں کچھ کالا" کی شان دہی نہیں ہوتی۔

دوسری ضروری گزارش یہ ہے کہ جنابِ بخاری نے فراخ دلی اور رواداری دکھانے میں حدود سے تجاوز فرمایا ہے "کلمات ابتدائی" میں فرماتے ہیں:

"ہر طبقہ متشددین کے ساتھ ایک اعتدال پسند معلّمین کا طبقہ بھی تو ہے، جو ان حقائق کا مبلّغ ہو جن سے قومی اتحاد کی کوششیں مضبوط سے مضبوط تر ہوں۔ جو یہ کہے کہ مجھے قینچی نہیں، سوئی درکار ہے میں کاٹنے کے لئے نہیں آیا ہوں میں تو پھٹے ہوئے دلوں کو سوزن محبت سے سینے کے لئے آیا ہوں" (صفحہ نمبر vii)

جناب بخاری، رواداری میں یہاں تک آگے نکل گئے کہ انہوں نے ماضی قریب کے اردو مترجمینِ قرآن میں سے پندرہ نام گنوائے ہیں، جن میں دوسرے علماء و فضلاء کے ساتھ فرمان علی (شیعہ عالم) اور محمد علی لاہوری (بانی لاہوری پارٹی امت مرزائیہ) کے نام بھی درج کئے ہیں۔ بخاری صاحب دست مصالحت اُن کی طرف بڑھانا چاہتے ہیں، مگر انہوں نے اس قرآنی ہدایت کو نظر انداز کر دیا۔

ولن ترضیٰ عنک الیھود ولاالنصریٰ حتی تتبع ملتھم قل ان ھدی اللہ ھو الھدیٰ ولئن اتبعت اھواء ھم بعدالذی جاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولانصیرہ

یہود اور نصاریٰ ہر گز آپ سے خوش نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے پیرو نہ بن جائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی بتائی ہوئی راہ صحیح راہ ہے۔ اور بالفرض اگر آپ ان کی من گھڑت باتوں کے پیچھے لگ جائیں جبکہ آپ کے پاس علم وحی آ چکا ہے تو کوئی نہیں جو اللہ کے مقابلہ میں آپ کا یارومددگار ہو۔

محمد علی لاہوری، مرزائی امت کے ایک گروہ کا سرخیل ہے اور فرمان علی یاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

حق میں زبان دراز اور ہرزہ سرا۔ پھر ہمارا ان کا کیا رشتہ رہ گیا؟ اس کے باوجود اگر کوئی مسلمان عالم ان کے یا اس کے پیروکاروں کے بارے میں حسن ظن سے کام لیتا ہے، تو معاف کیجئے ہمارے نزدیک وہ شخص سادہ لوحی، ابلہی اور فریب نفس کا شکار ہے۔

گمراہی، خواہ نیک نیتی سے خواہ بد نیتی سے بہر حال گمراہی ہے۔ جس طرح زہر کو شکر کا نام نہیں دیا جا سکتا، اسی طرح باطل کو حق اور ضلالت کو ہدایت نہیں کہہ سکتے۔

جناب بخاری کی غفلت:

جناب بخاری بے شک، ترجمہ کی بجائے ترجمانی کا فریضہ سرانجام دیں، ان کی مرضی، لیکن ان کی یہ تکنیک ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ کہیں کہیں وہ قرآنی الفاظ کو بالکل نظر انداز کر جاتے ہیں۔ چند مثالیں یہاں پر درج کی جاتی ہیں۔ ان میں خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔

(۱) فبدل الذین ظلموا قولاً غیر الذی قیل لھم۔

ترجمہ: ظالموں نے بجائے یہ کلمہ (ازراہ تمسخر) بدل دیا (ص ۱۰) خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ ندارد

(۲) ووصی بھا ابراھیم بنیة و یعقوب یبنی ان الله اصطفی لکم الدین ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔

ترجمہ: ابراہیم نے اپنے بیٹوں کی یہی کلمات وصیت کئے۔ کہ تمہیں موت نہ آئے بجز اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو (ص ۲۱) یہاں بھی خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ غائب ہے۔

(۳) انّ عدّة الشُھور عندالله اثنا عَشر شھراً فی کتب الله یوم خلق السمٰوٰتْ والارضْ۔

ترجمہ: (ابتدائے آفرینش سے) مہینوں کی گنتی بارہ ہے۔ (ص ۱۹۳)

ولکن کرہ الله انبعا ثھم فثبطھم   ترجمہ: لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کا اٹھنا اور تیار ہونا پسند نہیں ہے

یہ چند مثالیں تو اتفاقیہ طور پر سامنے آ گئی ہیں۔ اگر تلاش کیا جائے تو نہیں کہ جا سکتا کہ کتنے قرآنی الفاظ ہوں گے جو جنابِ بخاری کی بے التفاتی کی نذر ہو کر رہ گئے ہیں۔

جناب بخاری کی مشکل پسندی:

بڑی ستم ظریفی سے کام لیا ہے ان تقریظ نگاروں نے جو، جناب بخاری کے ترجمہ کو صاف ستھری ادبی زبان، رواں اور سلیس قرار دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب موصوف نے مغلق اور گنجلک الفاظ کا بے محابا استعمال کیا ہے۔ چند امثلہ ملاحظہ ہوں۔

تنزیلات ربانی۔ مرزوقات ربانی۔ ذلول محنت کنندہ۔ الصلحت کارہائے ستودہ۔ اخرجت خلعت وجود سے سرفراز فرمایا۔ العزیز الحکیم غالب و استوار کار۔ غفورِ صاحب غفران القاعدون قاعدون (بسہولت رہین خانہ) مراغماً کثیراً اقامت گاہ بسیار۔

بشر المنفقین بان لھم عذاباً الیماً ذوالوجہین (منافقین) کو عذاب الیم کی تنذیر کرو۔ الماھدون۔ ہموار و سہل گسترانندہ۔ کیا اسی کا نام سلاست ہے؟

بخاری صاحب کی غیر حاضر دماغی:

بعض مقامات سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جناب بخاری کو ترجمۂ قرآن پاک میں پوری طرح یکسوئی نصیب نہیں ہوئی اس لئے ان کی حاضر دماغی جواب دے گئی۔ مثلاً حروف مقطعات کے بارے وہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ یہ حروف کتنی سورتوں کے شروع میں آئے ہیں لکھتے ہیں......

"قرآن مجید کی چھے سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے" ص ۳

حالانکہ حروف مقطعات انتیس سورتوں کے شروع میں آئے ہیں

پھر انہیں حروف مقطعات کے معانی کے بارے میں کہیں کچھ لکھتے ہیں اور کچھ ملاحظہ ہو۔

الف۔ "لایعلم تاویلہ الا اللہ" (یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا) (آغاز سورۃ البقرہ و سورۃ یوسف)

ب۔ ان کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے "صفحہ ۵۱، ۳۰۶، ۳۶۷ وغیرہ

ج۔ اور کہیں ان حروف کے معنے تک تحریر فرما دیئے۔ جیسے طٰہٰ اور یٰسین یہ سہ عملی ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔

ایک اور مثال .... سورہ فاتحہ کے متن اور ترجمہ کی Numbering میں فرق پایا جاتا ہے۔ اب اس کو جناب مترجم کی کم التفاتی نہ قرار دیں تو اور کیا کہیں؟

بخاری صاحب کی ایک انوکھی ادا:

جنب بخاری کی یہ جدت بھی ہماری فہم سے بالا تر ہے کہ کہیں کہیں انہوں نے انگریزی عبارتیں نقل کی ہیں تو انہیں انگریزی رسم الخط کی بجائے اردو رسم الخط (نستعلیق) میں لکھا ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(الف:۔ ان۔ از۔ دی۔ گریٹ۔ بک۔ قرآن۔۔ اینڈ۔ ون۔ نیشن۔ "(صفحہ x سطر ۸ تا ۱۰ فرمان قائد اعظم)

ب:۔ مسٹر راجگوپال اچاریہ کے اقوال۔ صفحہ xix اور صفحہ xx

ج:۔ اف۔ آئی۔ ڈو۔ ناٹ۔ گو۔ مائی۔ وے...... اینڈ کنسر ننگ۔ ججمنٹ" (صفحہ ۵۵۳ سطر ۹ تا ۱۲)

کیا قارئین سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اس شکل میں ان عبارتوں کو پڑھنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے؟

بخاری صاحب اور تفسیر بالرائی:

جناب بخاری کی ایک اور روش تعجب خیز ہی نہیں بلکہ افسوس ناک بھی ہے۔ وہ یہ کہ ایک طرف تو وہ اپنا رشتۂ تلمذ علماء اھل السنت والجماعت سے جوڑتے اور ان کے مدح سرا نظر آتے ہیں دوسری طرف وہ معجزات وغیرہ کے سلسلہ میں سرسید احمد خان، محمد علی لاہوری (مرزائی) اور ازیں قبیل دیگر مفسرین بالرائی کے متبع نظر آتے ہیں۔ تفسیر بالرائی کے بانی اور معلم اوّل برصغیر پاک و ہند میں سرسید احمد خان ہیں ان کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی، محمد علی لاہوری (مرزائی) وغیرہ نے اس کو پروان چڑھایا۔ صاحب تفسیر حقانی نے جگہ جگہ سرسید احمد خان پر گرفت کر کے ان کے مزعومات اور نظریات کا بطلان واضح کر دیا ہے۔ اس کے باوجود جناب بخاری ان لوگوں کی ڈگر پر چلتے ہیں تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟

چلئے، اگر بخاری صاحب انہی تاویلات فاسدہ کی راہ پر چلتے ہیں، تو پھر انہیں جرأت سے کام لینا چاہیے، اس سلسلہ میں

کھل کر انہیں اپنے موقف کا اظہار کرنا چاہیے۔ یہ تذبذب اور ڈھلمل یقینی کیوں دکھاتے ہیں۔
صاف چھپتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں
کی دورخی پالیسی کیوں اپناتے ہیں؟ ہم یہاں بطور نمونہ تین چار مثالیں عرض کرتے ہیں۔

پہلی مثال :۔

جب بنی اسرائیل گئوسالہ پرستی کے جرم میں مبتلا ہوئی تو انہیں حکم ہوا۔

فتو بوا الی بار ئکم فاقتلوا انفسکم

یعنی تم اپنے خالق کے سامنے توبہ کرو اور اس کی صورت یہ ہو گی کہ غیر مجرم مجرموں کو قتل کریں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا کیا۔ قدیم جدید مفسرین نے یہی لکھا ہے ڈپٹی نذیر احمد، مولانا مودودی اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے بھی یہی لکھا ہے مگر جناب بخاری فرماتے ہیں۔

"اور اپنی جانوں کو مار ڈالو (خواہشات نفسانی کا قلع قمع کرو) ص نمبر ۹

دراصل بخاری صاحب نے یہ تشریح محمد علی لاہوری (مرزائی) سے لی ہے۔ اس نے انگریزی ترجمہ ان لفظوں سے کیا ہے۔ "And make yourselves submisive"

قارئین اکتا نہ جائیں تو اس مقام پر چند جملے مولانا دریا آبادی کے بھی سن لیں، فرماتے ہیں اس کھلے ہوئے معنی کو چھوڑ کر بلاوجہ و بلاضرورت قتل کے مجازی معنی مجاہدہ، ریاضت یا نفس کشی کے کرنا، نہ کسی نقلی سند کے مطابق ہے نہ کسی عقلی دلیل کے تحت۔ یہ واقعہ قتل، تاریخ اسرائیل کا ایک مشہور و مسلم واقعہ ہے۔ توریت کی سند بھی گزر چکی تاریخ کی سب کتابیں اس کو دہرا رہی ہیں۔ سارے دفتر نقل و روایت میں کوئی لفظ اس کے خلاف موجود نہیں۔ رہی عقل سو خدا معلوم دنیا کے پردہ پر وہ کون سی پاگل گورنمنٹ ہے جو اپنے قانون فوجداری کے شدید مجرموں، لٹیروں، ڈاکوؤں، نقب زنوں کو محض معافی طلب کرنے پر چھوڑ دیتی ہے؟ .... آج کے روشن خیال تفسیر نویسوں کی تاویلات بھی عجیب عجیب ہوتی ہیں۔ (تفسیر ماجدی ص ۲۲)

دوسری مثال :

بنی اسرائیل کے لئے یوم السبت یعنی ہفتے کے روز کسب معاش کے لئے کام کرنے کی رکاوٹ تھی کہیں دریا سمندر کے کنارے ماہی گیروں کی ایک بستی تھی، انہوں نے مچھلیاں پکڑنے کے لئے شرعی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حیلوں بہانوں سے کام لیا۔ اس جرم کی پاداش میں ان پر عذاب آیا اور وہ لوگ مسخ ہو گئے قرآن پاک میں یہ واقعہ کئی جگہ آیا ہے...... سورہ بقرہ میں آیا ہے۔ فقلنا لهم كونوا قردة خاسئين.

یعنی ہم نے ان سے کہا کہ تم ذلیل بندر ہو جاؤ چنانچہ وہ لوگ سامان عبرت بن کر رہ گئے۔

جناب بخاری اس آیت کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔

ہم نے انہیں حکم دیا کہ ذلیل و خوار بندر بن جاؤ (وہ زندگی کی اقدار عالیہ سے محروم ہو گئے اور ذلیل بندروں کی طرح (نقال، بھانڈ، اور ناچے) بن کر رہ گئے (ص ۱۱)

اس آیت کی تشریح و توضیح میں انہوں نے محمد علی لاہوری اور مرزا بشیر الدین (دونوں مرزائی ہیں) وغیرہ کا اتباع کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر قوم نوح علیہ السلام قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ کے واقعات قابل تسلیم ہیں تو اصحاب سبت کے واقعہ میں تاویل کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔؟

تیسری مثال:۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو لوگ طور کی پہاڑی تک گئے تھے، ان کو تورات کا پابند بنانے کے سلسلہ میں ان سے عہد و پیمان لیا گیا تھا۔ اس ضمن میں قرآن کریم میں بیان فرمایا گیا ہے۔

ورفعنا فوقکم الطور اور ہم نے تم پر کوہ طور بلند کیا

ایک دوسرے مقام پر اس واقعہ کا بیان ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔

نتقنا الجبل فوقهم کانه ظلة و ظنو انه واقع بهم

ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر اٹھالیا گویا کہ وہ سائبان ہے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ وہ ان پر گرنے والا ہے۔

مگر بخاری صاحب رفع طور کو معمول سے ہٹ کر کوئی اور شکل دینے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ اس لئے وہ اول الذکر کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "اور طور کی (بر ہیبت بلندیاں تم پر) کھڑی کردیں۔" ص ۱۱

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کوہ طور پہلے سے موجود نہ تھا ابھی اس پہاڑ کو کھڑا کردیا گیا تھا۔ کیا کسی نقلی روایت یا عقل سے اس توجیہ اور تاویل کو درست قرار دیا جاسکتا ہے؟

چوتھی مثال:

قوم ثمود کے واقعہ میں ایک اونٹنی کا ذکر پایا جاتا ہے۔ یہ اونٹنی معجزانہ طور پر وجود میں آئی تھی مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے اپنی اردو اور انگریزی تفسیروں میں اس کی کچھ وضاحت کی ہے مگر جناب بخاری اس اونٹنی کی معجزانہ تخلیق کو تسلیم نہیں فرماتے اس لیے وہ **ھذہ ناقة اللہ** کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں" یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر اونٹنی ہے" ص ۱۶۰

پانچویں مثال:

قرآن پاک میں بنی اسرائیل کے مشہور دنیادار قارن کے قصہ میں فرمایا گیا ہے **فخسفنا به وبدارہ الارض** کہ جب اس کی سرکشی عروج کو پہنچ گئی تو ہم نے اس کو اور اسے گھر کو زمین میں دھنسادیا۔ مگر جناب بخاری اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں "مال کار ہم نے قارون کو اس کے گھر والوں سمیت زمین میں دھنسادیا" ص ۳۹۶

ہم یہ جاننے سے قاصر ہیں کہ دار کا معنیٰ (گھر والوں) کونسی لغات کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

مولانا دریا آبادی، مولانا مودودی، ڈپٹی نذیر احمد تو روشن خیال ہونے کے باوجود پھر بھی "قدامت پسندی" کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ بخاری صاحب محمد علی لاہوری کا ترجمہ ہی دیکھ لیتے ان کا انگریزی ترجمہ ہمارے سامنے ہے وہ ترجمہ یوں کرتا ہے Thus we made the earth to swallow up him and his abode

abode کا ترجمہ ہے رہائش گاہ"

محمد علی لاہوری سے تو بخاری صاحب کو تائید حاصل نہیں ہو سکی البتہ مرزا بشیر الدین محمود (مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا اور خلیفۂ دوم) دار کا ترجمہ قبیلہ سے کرتا ہے شاید بخاری صاحب نے اس سے لیا ہو۔

بخاری صاحب کی گرامر سے ناواقفیت:

جناب بخاری ترجمہ میں کہیں ایسی فحش غلطیاں کر گزرتے ہیں کہ عربی گرامر سے انکی ناواقفیت دیکھ کر قاری کو بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ سورہ توبہ کی تیسری آیت میں اعلان فرمایا گیا۔ ان الله بری من المشرکین ورسولہ۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اللہ بھی مشرکین سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی۔ عربی گرامر کے مطابق واؤ عاطفہ ہے اور رسولہ کا عطف اللہ پر (محلاً) ہو رہا ہے۔ مگر اس بات کا اندیشہ تھا کہ عربی زبان اور قواعد سے کوئی ناواقف شخص رسولہ کا لفظ المشرکین کے بعد دیکھ کر یہ خیال کر لے کہ اس کا عطف المشرکین پر ہے اور اب اس کا ترجمہ یوں ہوگا کہ اللہ بیزار ہے مشرکین سے بھی۔ اور اپنے رسول سے بھی یہ بات غلط ہو جاتی ہے۔

اب جناب بخاری صاحب ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ عربی زبان میں اعراب کو الفاظ کی پلیسمنٹ (Pleasement) سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس کی مثال میں درج بالا آیت نقل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں یہاں لفظوں کی نشست سے یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ اس سے مراد مشرکین کا رسول ہے لیکن اعراب نے اس شبہ کو ختم کر دیا۔ حالانکہ اس شبہ کی تو یہیں سے بیخ کنی ہو جاتی ہے کہ رسولہ میں ضمیر مفرد کی اور المشرکین جمع کا صیغہ ہے۔ دھوکہ یہ نہیں لگتا تھا کہ مراد مشرکین کا رسول ہے بلکہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کے ساتھ اپنے رسول سے بھی بیزار ہے۔

دوسری مثال:۔

ذوالقرنین کے قصہ میں فرمایا گیا ہے کہ اس نے بین السدین کی آبادی کو یاجوج ماجوج کی تاجوتاراخت سے بچانے کے لئے ایک سد (دیوار) تیار کرادی۔ اس ضمن میں ایک جملہ آیا ہے۔ آتونی افرغ علیہ قطراً......... اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے تم میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لے آؤ، تو میں اس پر ڈال دوں (تفسیر ماجدی) مگر جناب بخاری صاحب عربی گرامر سے ناواقفیت کی وجہ سے افرغ صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم کی بجائے اسے واحد مذکر غائب فعل ماضی مجہول کا صیغہ سمجھ بیٹھے اور آپ نے اس کا ترجمہ یوں فرمایا پگھلا ہوا تانبا لاؤ، اور وہ اس پر ڈال دیا گیا (ص ۳۰۴) جناب موصوف کا یہ ترجمہ نہ تو قواعد کی رو سے صحیح ہے نہ کسی اور ترجمہ یا تفسیر سے اس کی تائید ہوتی ہے انہیں شاید اتنا معلوم نہیں کہ اگر یہ ماضی مجہول کا صیغہ ہوتا تو افرغ یفتح الغین ہوتا۔

بخاری صاحب کی تاریخ دانی:

جناب بخاری ایک نامور سکالر شمار ہوتے ہیں۔ تاریخ ان کا پسندیدہ مضمون ہے لیکن قارئین درج ذیل اندراجات کو ملاحظہ فرمائیں اور خود ہی رائے قائم کریں۔ کہ جناب موصوف کے قلم سے یہ غلطیاں کیونکر ہیں۔

۱۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام	پیدائش ۲۱۶۰ ق م	صفحہ ۲۱۔۲۵۶۔۴۵۷
۲۔ سیدنا اسحٰق علیہ السلام	۱۸۸۰ ق م	صفحہ ۳۰۹،۔۴۵۷
۳۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام	۳۰۰۰ ق م	صفحہ ۸۔۶۳۔۳۰۶۔۳۰۹۔۴۵۷
۴۔ سیدنا یوسف علیہ السلام	۱۹۰۶ ق م	صفحہ ۲۲۶

ان اندرجات کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام کا زمانہ اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ۸۴۰ سال پہلے اور اپنے والد گرامی حضرت اسحٰق علیہ السلام سے ۱۱۲۰ سال پہلے ہے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام اپنے دادا سے ۲۶ سے پہلے گذرے ہیں۔

جناب بخاری صاحب کا دینی مسائل میں اجتہاد اور رائے زنی

بخاری صاحب کا علمی حدود اربعہ قارئین کے سامنے ہے، اس کے باوجود قارئین کو یہ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ حضرت کہیں کہیں اجتہاد کا بھی شوق فرمالیتے ہیں ارکان وضو کے بارے میں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

اس سلسلے میں میرا طالب علمانہ موقف یہ ہے کہ تکمیل وضو کے دس شرائط ہیں۔ صفحہ xxii اولاً آپ نے یہاں شرائط کا لفظ غلط استعمال فرمایا ہے۔ کسی چیز کی شرط اس سے پہلے موجود ہوتی ہے۔ اس کا جزو نہیں ہوتی۔ ثانیاً آپ نے فرض (رکن) اور سنت کے فرق کو نظر انداز کردیا۔ ثالثاً ہاتھوں اور پاؤں میں دائیں اور بائیں کا فرق کر کے ایک ایک رکن کو دو دو بنا دیا۔ چہارم یہ کہ

الید الیمنی الی المرافق۔ الید الیسری الی المرافق رجلی الیمنی الی الکعبین اور رجل الیسری الی الکعبین لکھ کر عربی زبان پر ظلم ڈھایا ہے۔

الید واحد کا صیغہ اور آگے المرافق جمع کا لفظ علیٰ ھذا القیاس

بہر حال وضو کے چار ارکان کو دس شرائط میں تبدیل کردینا جناب موصوف کے ذوق اجتہاد کا کرشمہ ہے۔

ترجمہ میں بخاری صاحب کی غلطیاں

یوں تو جناب بخاری کے ترجمۂ قرآن میں ان گنت غلطیاں پائی جاتی ہیں جن کی نشان دہی کے لئے ایک طویل دفتر درکار ہوگا۔ ہم یہاں مشتے نمونہ از خروارے چند مثالیں درج کرتے ہیں:

یکادالبرق یخطف ابصارھم ترجمہ: عجب نہیں کہ برق ان کی بصیرت ہی اچک لے (۵)

"ابصار" کا لفظ بصر کی جمع ہے اور بصر کے لغوی معنیٰ حاسۃ النظر کے ہیں جبکہ بصیرت کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔

یہاں بخاری صاحب نے ایک تو صیغہ جمع کو نظر انداز کردیا۔ دوسرا بصر کو بصیرت بنا دیا۔

(۲) انی جاعل فی الارض خلیفہ ترجمہ: مجھے روئے زمین پر اپنا نائب مقرر کرنا ہے (ص ۷ س ۱)

مجھے کا لفظ مجبوری کو ظاہر کرتا ہے۔ انگریزی گرامر میں ایسے جملوں کو OBLIGATORY SENTENCE کہتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر کام میں بااختیار محض ہے اسے مجبور کون کرسکتا ہے؟ (۳) انی اعلم مالا تعلمون ترجمہ: مجھ پر علم ودانش کے جوافق مستحضر ہیں تم پر نہیں ہیں (ص ۷ سطر ۶)

ایک تو قرآنی سلاست کو اغلاق میں بدل دیا ہے دوسرا یہ کہ اللہ کے علم کو مستحضر کہنا غلط ہے۔

(۴) انک انت العلیم الحکیم ترجمہ: ہر آئینہ تیری ذات ہی علم وحکمت کی امین ہے (صفحہ ۷ سطر ۱۳)

اللہ کی ذات امین ہے تو علم وحکمت جائیداد کس کی ٹھہری؟

(۵) وایای فاتقون ترجمہ: اور میری راہ تقویٰ اختیار کرو۔ (صفحہ ۸ سطر ۱۳)

(۶) وانھا لکبیرہ ترجمہ اور یہ (دونوں امور)...... گراں گزرتے ہیں (ص ۸ سطر ۲۲)

ھا ضمیر مفرد کی ہے ترجمہ میں دونوں کا لفظ کیونکر لایا گیا ہے۔؟

(۷) فیتعلمون منھما. ترجمہ: وہ ان دونوں سے وہ باتیں منسوب کرتے ہیں (ص ۷۱ سطر ۸)

یتعلمون کا ترجمہ منسوب کرتے ہیں کیونکر ہو گیا جبکہ پیچھے "یعلمن" کا لفظ آچکا ہے؟ پھر اگر ترجمہ منسوب کرتے ہیں ہوتا تو آگے من کی بجائے "الی" آنا چاہیے تھا۔

(۸) ترجمہ: اگر تم تحویل کعبے کے بارے میں تمام آیات بھی لے آؤ (ص ۲۳ سطر ۲۱)

"کعبہ" تو ایک جگہ کا نام ہے نہ اس کی تحویل ہوئی نہ اس پر کوئی جھگڑا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے کو بدل دیا ہے قبلہ اور کعبہ کے معنوی فرق کو قطعاً ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ تحویل قبلے کی ہوئی تھی نا کہ کعبے کی۔

(۹) فانتھی فالہ ماسلف و امرہ الی اللہ ومن عادفا اولئک اصحب النار

ترجمہ: سود خوری سے باز آگیا تو اس کے سلف کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے لیکن وہ جس نے رو گردانی کی وہ دوزخیوں میں سے ہوگا۔ (ص ۴۸ سطر ۵-۶)

ایک "قولہ ماسلف" اور "امرہ الی اللہ" کو گڈمڈ کر دیا دوسرا "عاد" کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ عاد کا لفظ عود سے بنا ہے اور عود کے معنی ہیں لوٹ آنا دوبارہ ایک کام کر گزرنا نہ کہ رو گردانی کرنا۔

(۱۰) تد اینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل۔

ترجمہ: باہم لین دین کا معاملہ کرو تو ایسی باتیں لکھ لیا کرو اور چاہیے کہ تم میں صحیح قانونی طریق کار کے مطابق کسی مقررہ وقت میں وثیقہ نویس لکھ دے (ص ۴۹۔ س ۱ تا ۳)

الی اجل مسمی کا تعلق تداینتم سے تھا اور اسی آیت میں یہ فقہی حکم موجود ہے کہ قرض کا لین دین ہو، تو اس کے لئے میعاد متعین ہونی چاہیے۔ مگر بخاری صاحب نے ترجمہ میں اس قطعہ آیت کو اپنے مقام سے اٹھا کر آگے جا مارا ہے۔ یوں ایک قرآنی حکم غلط ترجمے کی بھینٹ چڑھ گیا۔

(۱۱) فانظرواکیف کان عاقبتہ المکذبین۔

ترجمہ: اور محاکمہ کرو کہ تکذیب کرنے والی قوموں کا (بلاخر) انجام کیا ہوا۔ (ص ۶۸ سطر ۱۲)

انظروا کا ترجمہ "محاکمہ کرو" کس لغت کی رو سے فرمایا گیا ہے اور اس دور از کار تکلف کی آخر کیا ضرورت تھی؟

(۱۲) قد اھمت ھم انفسھم۔ ترجمہ: جس کی جان پر بنی ہوئی تھی (ص ۷۱۔ س ۲)

ترجمہ غلط ہے۔ صحیح ترجمہ جیسا کہ دوسرے حضرات علماء کرام نے کیا ہے یوں ہے۔ "جنہیں اپنی جانوں کی فکر تھی" "جان پر بن آنا" نہ تو کسی کے اختیار میں ہے اور نہ اس پر کسی کی مذمت کی جا سکتی ہے۔ ایک غیر اختیاری فعل پر کیونکر ملامت کی جا سکتی ہے؟ اور یہاں تو اللہ تعالیٰ نے منافقین کا یہ جملہ نقل فرما کر مسلسل کئی سطروں میں ان کی مذمت فرمائی ہے۔

(۱۳) مایفعل اللہ بعذابکم ان شکر تم و امنتم وکان اللہ شکراً علیما۔

ترجمہ: اگر تم شاکر اور ایمان دار بن جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ تو رحیم اور علیم ہے (ص ۱۰۲)

ایک تو ما استفہامیہ کی وجہ سے کلام میں جو حسن اداء پایا جاتا تھا، اسے ختم کر دیا گیا ہے۔ دوسرا شاکراً کا ترجمہ رحم سے کیا گیا ہے جس کی تائید نہ لغت سے ہوتی ہے نہ کلامِ عرب سے نہ عبارت کے سیاق سباق سے بلکہ سچ پوچھیے تو شکر تم کے مقابلہ میں جو شاکراً فرمایا گیا ہے اس بلاغت کا خون کر دیا گیا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، مولانا مودودی، اور ڈپٹی نذیراحمد وغیرہ ہم نے شاکراً کا ترجمہ "قدردان" سے کیا ہے جو نہایت موزوں اور برمحل ہے۔

(۱۴) فکذبوه فانجینہ ترجمہ "قوم نوح نے آیات الٰہی کی تکذیب کی اور ہم نے نوح کو نجات دی (۱۵۹) ہ ضمیر واحد مذکر کی ہے جو (حضرت) نوح کی طرف راجع ہے۔ جناب بخاری نے بلاوجہ اس کا مرجع آیات الٰہی لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہ کی بجائے ھا نہیں فرما سکتے تھے؟

(۱۵) فان استقر مکانہ فسوف تر نی ترجمہ: اگر اس تجلی حق کی تو تاب لاسکا اور اپنے ہوش وحواس بحال رکھے تو تمہیں میرے دیدار کی تاب ہے۔ (ص ۱۶۸ - سطر ۲۰)

استقر واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور اس کی ضمیر الجبل کی طرف راجع ہے۔ تمام قدیم اور جدید مفسرین نے استقرمکانہ کا تعلق پہاڑ سے بیان کیا ہے مگر جناب بخاری نے نہ تو عربی گرامر کو ملحوظ رکھا نہ تفاسیر اور تراجم کو اور اس جملہ کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جوڑ دیا۔

(۱۶) ولا تظلموا فیھن انفسکم قاتلو المشرکین کافتہ کما یقالو نکم کافتہ (سورہ توبہ : ۳۶)

اس آیت کریمہ سے پہلے فرمایا گیا ہے کہ سال کے بارہ مہینے جن میں سے چار ماہ حرام ہیں اس کے بعد جہاد کے بارے میں دو حکم دیئے گئے ہیں۔ ایک بصورت نہی ہے۔ لاتظلموا۔ یعنی اے مسلمانو! تم ان چار مہینوں میں ان کے احترام کو نظر انداز کر کے اپنے اوپر زیادتی نہ کرو اگر کافر ان مہینوں کا ادب واحترام ملحوظ رکھتے ہیں تو تم کوئی پیش قدمی نہ کرو۔

دوسرا حکم بصورت امر دیا گیا ہے کہ جب کفار سے قتال کی نوبت آئے تو تم لوگوں میں مکمل اتحاد اور یکجہتی نظر آئے اور جہاد کے لئے سب مل کر میدان میں آجاؤ۔ جس طرح کہ وہ متحد ہو کر سب کے سب نکل آتے ہیں۔

جناب بخاری صاحب نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ "قاتلو" امر کا صیغہ مہمل ہو کر رہ گیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ "تم مشرکین سب کے سب مل کر ان میں قتال سے اپنے آپ پر ظلم نہ کرو" استغفراللہ! یوں جناب موصوف نے عربی قواعد کا بھی خون کیا اور شریعت کا مسئلہ بھی بدل کر رکھ دیا۔ (ص ۱۹۳)

(۱۷) وسلام علیہ یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیا

ترجمہ: سلام ہے اس دن پر جب وہ پیدا ہوا، سلام ہے اس دن پر جس دن وہ مرے اور سلام ہے اس دن پر جب اسے مرنے کے بعد زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ (ص نمبر ۳۰۷)

اللہ تعالیٰ تو اپنے پیارے پیغمبر پر سلام بھیج رہے ہیں، مگر جناب بخاری علیٰ حرفِ جر سے آگے ہ ضمیر مجرد کو نظر انداز فرماتے ہوئے دونوں پر سلام بھیج رہے ہیں۔

مولانا محمد مغیرہ خطیب جامع مسجد احرار ، ربوہ

ملتان میں حضرت بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر چند لمحے

جولائی کے مہینہ میں ربوہ سے ملتان جانا ہوا، اس سفر میں میرے ایک بہت ہی محبت کرنے والے دوست رفیق سفر تھے، ان کے تقاضہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قلعہ کہنہ پر واقع مزار حضرت بہاء الدین زکریا رحمہ اللہ پر حاضری ہوئی۔

ویسے تو ملتان مدینتہ الاولیاء کے نام سے مشہور ہے، تاہم قلعہ پر واقع مزارات پر ہجوم خلائق زیادہ ہے۔ ویسے بھی جو بزرگ مٹی میں خاموشی سے سو رہے ہیں، ان پر فاتحہ تو کجا گزرتے ہوئے صاحب قبر پر سلام گزارنے کے لئے بھی کوئی تیار نہیں ہوتا، جتنا اونچا مزار ہو اور زیادہ نقش و نگار ہوں وہ زیادہ بزرگ مانا جاتا ہے، ملتان کے مزارات میں حضرت شاہ رکن الدین عالم اور حضرت بہاء الدین زکریا رحمہم اللہ کے مزارات کو بہت شہرت حاصل ہے، جس کی ایک وجہ تاریخی قلعہ پر بلند جگہ واقع ہونا ہے۔ ویسے بھی وہ اپنے وقت کے بہت بلند پایہ بزرگ اور ولی کامل تھے، ولی شریعت کی رو سے ایسے انسان کو کہا جاتا ہے جو اللہ کے آخری نبی و رسول حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہو اور اس کی زندگی کا لمحہ لمحہ اللہ کے سچے دین، "دین اسلام" کے مطابق گزرا ہو، حضرت بہاء الدین زکریا رحمہ اللہ کی سوانح عمری اور کمالات تو پڑھنے کا موقع نہیں ملا، البتہ جہاں تک ٹوٹی پھوٹی سماعت کا تعلق ہے وہ واقعی شریعت کے پابند اور بلند پایہ ولی اللہ انسان تھے۔ انہوں نے ساری زندگی دین کی تبلیغ اور کفر و شرک و بدعت کے مٹانے میں صرف کی اور اپنے حلقۂ مریدین میں اسی بات کو پختہ کیا اور اسی کو پروان چڑھایا۔ خلاف شرع امور ان کے ہاں بہت بڑا جرم تھا۔

ہمارے ہاں وطیرہ یہ ہے کہ ہم کسی کو بزرگ تو ماننے کے لئے تیار ہیں، مگر اس کی بات ماننے کے لئے قطعاً تیار نہیں، ان کے کمالات اور اعمال و افعال کے تذکرے سنے سنائے جاتے ہیں، مگر ان کے اعمال و کردار پر عمل کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں۔ لوگ اپنی مرضی سے بزرگ کے قرب کی صورتیں ڈھونڈتے ہیں اور پھر وہ اعمال بجا لاتے ہیں۔ جی میں خوش ہوتے ہیں کہ صاحب قبر ہمارے ان اعمال سے خوش ہوگا جبکہ صاحب قبر کی تعلیمات ان اعمال کے خلاف ہیں۔ وہ زندگی میں ان شیطانی اعمال سے خوش نہیں ہوتے تھے، مرنے کے بعد کیسے خوش ہونگے۔ ہاں ان اعمال سے انسان کے اپنے اندر کا شیطان ضرور خوش ہوتا ہے۔ میں نے بیسیوں مرتبہ سنا کہ لوگ بزرگوں کی قبروں پر سجدے کرتے ہیں، ان سے مرادیں مانگتے ہیں مگر آنکھوں سے پہلی حضرت بہاء الدین زکریا رحمہ اللہ کے مزار پر یہ کام ہوتے دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جس شخص نے ساری زندگی کفر و شرک و بدعت کے مٹانے میں صرف کردی، آج اس کی قبر شرک کا مرکز بن کر رہ گئی ہے۔ شیطان خوشی سے ناچ رہا ہے کہ میں نے ٹھیک اس شخص سے اس کی ساری زندگی کا بدلہ چکایا ہے۔

مگر عشاقان کو اس طرف توجہ ہی نہیں۔ پرانی کہاوت ہے "زندہ ہاتھی لاکھ کا اور مردہ ہاتھی سوا لاکھ کا" عین اسی طرح حضرت بہاء الدین زکریا رحمہ اللہ کو ان کے مرنے کے بعد دنیاوی منافع کی جگہ بنادیا گیا ہے۔ شرعاً کہیں یہ لکھا

ہوا نہیں ہے کہ جوتے قبر پر لے جانا منع ہے مگر مال بٹورنے کی خاطر سخت منع ہے کہ مزار پر کوئی جوتے لے جائے۔ مزار سے چند قدم دور کچھ فاصلہ پر ایک آدمی جو بیٹے لیکر جوتوں کی نگرانی کرتا ہے۔ آپ نے مزار پر جانے کے لئے گزرنا بھی وہیں سے ہے، کوئی صورت ہی نہیں کہ آپ ان سے بچ کر مزار پر جاسکیں۔ بہرحال جوتے اس کے سپرد کرنے پڑیں گے۔ یہ اتنا منافع بخش کاروبار ہے کہ اس میں نفع ہی نفع ہے۔ نقصان کا اندیشہ ہی نہیں، مزار کے دروازہ کے ساتھ پھولوں والا آپ کو دامن گیر ہوگا کوئی صورت ہی نہیں کہ آپ پھول لئے بغیر اندر جاسکیں۔ ہم بھی طوعاً و کرہاً ان تمام مراحل سے گزر کر مزار پر حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو توفیق بخشی پڑھ کر صاحب قبر کو بخشا پھر کچھ گھڑیاں مزار پر ہی عمداً حالات سے مطلع ہونے کے لئے ٹھہر گئے، تقریباً عصر کا وقت تھا، گرمی کی شدت میں کمی آچکی تھی زائرین کی تعداد تسلسل کے ساتھ بڑھ رہی تھی۔

اکا دکا آدمی ہاتھ میں تسبیح لئے یا قرآن اٹھائے پڑھ رہا تھا۔ جبکہ مرد و زن زائرین کی تعداد بے شمار تھی، جن میں اکثریت کی حالت یہ تھی کہ پھول لئے اور ساتھ ہی مزار کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہوجاتا یا ہاتھ لگا کر چومتا۔ مزار میں داخل ہوتے ہی پاؤں کی طرف قبر پر سجدہ ریز ہوجاتا اور اٹھتے ہی مزار پر پڑے غلاف کو چومتا سینے سے لگاتا، آنکھوں پر پھیرتا۔ چونکہ یہ سب مشرکانہ فعل اپنی آنکھوں سے زندگی میں پہلی دفع دیکھنے کا موقع ملا، اس لئے حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی۔

اور میں دل ہی دل میں سوچتا رہا کہ جس انسان کو بزرگی اللہ کے آخری نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کے سبب ملی اور اس نے ساری زندگی انسانوں کو شیطان سے بچانے میں جتن کئے۔ توحید پرستی کا درس دیتے زندگی گزری۔ شرک و بدعت کے مٹانے کے درپے رہے۔ آج اس کا خیال نہیں کیا جارہا۔ ان کی بزرگی، ان کی دینی محنت کا خیال کرنے کے بجائے توحید کو چھوڑ کر شرک و بدعت پر مبنی افعال و کردار ادا کرکے شیطان کو راضی کیا جارہا ہے اور شیطان وہ ہے جو انسان کا کھلا دشمن ہے۔ مگر شیطان کی مکاری سے دھوکہ کھا کر انسان اپنی جبینِ نیاز جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا کیونکہ اس نے میرے سامنے جھکنا ہے اور ساتھ منع کردیا کہ دیکھو یہ پیشانی سورج، چاند کے سامنے کبھی جھکنے نہ پائے۔ مگر ہائے افسوس کہ یہ جبینِ نیاز جس کے سامنے جھکنے کے لئے بنائی گئی تھی اس کے آگے نہ جھکی۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جگہ جگہ پر جھکی۔ جہاں میں یہ کفریہ و شرکیہ افعال و اعمال دیکھ کر حیرت زدہ ہورہا تھا وہیں میری نظر دربار کے اندر پڑے ان مقفل ڈبے نما صندوقچیوں پر پڑی، جہاں لوگ پیسے ڈالتے ہیں اور اس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ "دربار کے لئے ھدیہ اپنے ہاتھ سے اس جگہ ڈالیں"۔

یہ دیکھ کر تو بڑا تعجب اور حیرانی ہوئی کہ دنیا کی حفاظت کے لئے مقفل صندوقچیوں کا اہتمام ہے کہ پیسے کا نقصان نہ ہو جبکہ لوگوں کا دین برباد ہورہا ہے۔ قبر پرستی شرک ہے اور شرک دین اسلام میں بہت بڑا ظلم ہے۔ مشرک کیسے مومن ہوسکتا ہے۔ آنیوالا اگر مسلمان تھا تو قبر پر سجدہ کرنے کے بعد وہ مشرک ٹھہرا۔ فیصلہ کیا جائے کہ اس آنیوالے کو مزار پر حاضری سے کتنا نقصان ہوا۔ مگر اس طرف کسی کی توجہ ہی نہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ دربار پر ایک

بقیہ صفحہ ۱۶ پر

محمد منصور الزمان صدیقی

خدمتِ خلق کی اہمیت

حدیث شریف:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ (صحیح بخاری)

ترجمہ:- کل مخلوق یعنی سب انسان اللہ تعالیٰ کے عیال ہیں۔ ان میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پیارا آدمی ہے۔ جو اس کے عیال کو زیادہ نفع پہنچائے۔

اللہ تعالیٰ چونکہ سب کے ساتھ مہربان ہیں۔ اس لئے مثال کے طور پر عیال فرمایا ہے۔ یعنی جس طرح ایک خاندان کا سربراہ اپنے تمام کنبہ کو عزیز رکھتا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ خالق اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔

خدمت خلق کی تعریف:-

مخلوق کو نفع پہنچانا ہی خدمت ہے۔ یہ تمام انسانوں کے لئے ہے۔ اس میں رنگ و نسل، مذہب اور دین کی بھی تمیز نہیں۔ بلکہ تمام مخلوق جو روئے زمین پر ہے، خدمت اور اخوّت کی مستحق ہے۔ البتہ طریق کار کی وضاحت اور تشخیص کی ترتیب ہے۔ لیکن یہ بھی ایک دائرہ کے اندر ہے۔ خدمت کا جذبہ عام اور سب کے لئے ہونا چاہیے۔ اس میں تعصب کی گنجائش نہیں ہے۔

کفالت کی ذمہ داری:-

کائنات کی تمام مخلوق جس میں وحوش اور تمام جانور اور کیڑے مکوڑے بھی شامل ہیں۔ ان سب کی پرورش اور کفالت اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اور ہم سب اسی کے محتاج اور پروردہ ہیں۔ تمام انسان اللہ کے عیال ہیں۔ اس لحاظ سے ہم آپس میں ایک ہیں اور ایک کا حق دوسرے پر عائد ہے۔

قرآن کریم میں بیالیس مرتبہ رب العالمین آیا ہے اور تقریباً اتنی ہی بار صفت رزاقی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ نوسو بیس (۹۲۰) مرتبہ رب کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنیٰ اور مفہوم پالنہار یعنی پرورش کرنے اور نگہداشت کرنے والا ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ سب کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ انسان تو صرف اپنی کوشش اور جدوجہد کا اظہار کر کے اپنی اس فانی زندگی کے امتحان میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ کوشش اور جدوجہد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ان کے بتائے ہوئے طریقے پر کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ خدمت خلق ہے۔ جس کی بہت بڑی اہمیت ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابی اور آپ کے چچازاد بھائی تھے اور ان کی والدہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ آپ نے متعدد مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات گذاری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا بھی فرمائی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں اعتکاف میں تھے کہ ایک شخص آیا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ یہ شخص مقروض تھا اور ادائیگی کا کوئی بندوبست نہ کر سکتا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے

اس کی بات سنی اور فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ قرض خواہ سے نرمی اور رعایت کے لئے سفارش کی جائے۔ جب اس نے اقرار کیا تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فوراً مسجد سے باہر تشریف لے گئے تاکہ اس کی سفارش کر دیں۔ سائل نے عرض کیا کہ حضرت شاید آپ کو یاد نہیں رہا کہ آپ اعتکاف میں ہیں۔ سفارش اعتکاف کے بعد فرمادیجئے گا۔

دس اعتکاف:۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یاد ہے میں اعتکاف میں بیٹھا ہوں۔ لیکن خدمت خلق اعتکاف سے زیادہ اہم ہے۔ کسی اللہ کے بندے کی خدمت دس اعتکافوں کے برابر ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی اور بچپن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور فیض حاصل کرنے والے تھے۔ ان کے ارشاد گرامی کے مطابق "نفلی اعتکاف پر خدمت خلق کو فوقیت حاصل ہے۔" ایک اعتکاف پر ہی کیا منحصر ہے۔ ہر نفلی عبادت سے افضل خدمتِ خلق ہے۔

نفلی حج:۔

انتہا یہ کہ نفلی حج سے بھی افضل اور بہتر خدمت خلق ہے۔ حضرات فقہا اور علماء کرام نے واضح کیا ہے کہ اگر مستحق اور نادار ضرورت مند علم میں ہو تو نفلی حج کا ارادہ منسوخ کر دے اور سفر خرچ اس ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے پر خرچ کر دے کہ یہ ہی افضل ہے۔

حقوق عباد:۔

حقوقِ عباد کی ادائیگی کرنا بھی خدمت ہے۔ والدین کی فرماں برداری، ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا، ان کی ہر ضرورت پر توجہ کرنا، بیوی بچوں کی خبر گیری، ان کی خوراک، لباس، رہائش اور تعلیم و تربیت اور علاج و معالجہ غرض کہ ہر دنیاوی ضرورت پر خرچ کرنا یا جسمانی اور زبانی ہمدردی کرنا۔ یہ سب خدمت ہے۔ اصل میں مسئلہ نیت کا ہے اگر ہم بنیادی طور پر اسلام کی تعلیمات سے واقف ہوں تو پھر تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ خدمت کی نیت کرنا بنیادی چیز ہے۔

اسلام میں حقوق اللہ اور حقوق عباد دونوں کی وضاحت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق اسلام کے بنیادی ارکان ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں، اس کے ملائکہ، اس کی کتابوں اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر حساب و کتاب پر ایمان لانا بنیادی چیز ہے۔ نماز، روزہ، حج و زکواۃ وغیرہ بنیادی رکن ہیں۔ اگر ان میں کوئی کمی یا خامی رہ جائے یا کوئی غلطی ہو جائے تو صدق دل سے تائب ہو کر اور توبہ کر کے یہ یقین کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کریمی اور رحیمی کے طفیل معاف فرمادیں گے۔ لیکن حقوق العباد اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائیں گے کہ یہ حق بندہ کا ہے اور جس کا حق مارا گیا ہے وہی معاف کرسکتا ہے۔

دوگنا اجر:۔

جو شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے ہوئے ثواب کی نیت رکھتا ہے تو اس کا یہ خرچ کرنا صدقات (۱)

میں شامل ہے۔

صدقات یعنی خیرات اور زکواۃ کے مستحق قرابت دار اور عزیز ہیں۔ اس کے بعد یتیم، مساکین اور پھر ضرورت مند سوال کرنے والے ہیں۔

قرابت دار کو دینے کا اجر دو گنا ہے۔ ایک صدقہ اور دوسرے قرابت داری کا حق ادا کرنے کا۔

جسمانی خدمت:۔

صرف مالی طور ادا کرنا ہی صدق نہیں ہے۔ اگر کسی کے پاس مال نہ ہو اور وہ صدقات کا اجر حاصل کرنا چاہتا ہے تو جسمانی خدمات ادا کر کے اجر حاصل کر سکتا ہے۔ کسی نیک کام میں سفارش کرنا، مظلوم کی دادرسی کرنا، کسی کے جھگڑے فساد کو دور کرا کے صلح کرانا، زن و شوہر کے جھگڑے میں طلاق سے بچا کر پھر ملا دینا، کسی مسجد یا مدرسہ کے لئے چندہ جمع کرنا یا ان کی تعمیر کرانا وغیرہ۔ یہ تمام امور جسمانی خدمات ہیں۔ جو بغیر پیسہ خرچ کئے انجام دی جا سکتی ہیں۔ نیز مریض کی عیادت کرنا، میت کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا، میت کے ہمراہ قبرستان جانا وغیرہ بھی اسی سلسلہ میں ہیں۔

بخشش کا ذریعہ:۔

حدیث شریف میں ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک کسی عورت نے پیاسے کتے کو دیکھا تو اس نے کنویں سے پانی نکال کر کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو پسند فرمایا اور اس عورت کی مغفرت (۲) فرما دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہر تشنہ جگر کے پانی پلانے میں ثواب ہے۔ (۳) ہر جاندار کی خدمت میں ثواب ہے۔ جانوروں کی معمولی خدمت انسان کی مغفرت کا سبب بن سکتی ہے تو پھر انسانوں کی خدمت کیا درجہ رکھتی ہو گی۔ جبکہ یہ انسان اشرف المخلوقات اور زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔

خدمت درجہ بدرجہ:۔

تمام انسان اور وحوش خدمت کے مستحق ہیں لیکن اگر ہم اپنے کلمہ گو مسلمان بھائی کی ضروریات کا خیال کریں اور اس کی امداد کریں تو یہ اور بھی بہتر صورت ہے۔ کلمہ گو مسلمان بھائی کے درجہ سے زیادہ درجہ اور افضل ترین صورت عزیز و اقرباء کی خدمت ہے کہ وہ عزیز بھی ہیں اور مسلمان بھی ہیں، انسان بھی ہیں، یہی وجہ ہے کہ صدقات اور خدمات کے لئے اقرباء اور اعزاء کو فوقیت حاصل ہے۔ جو جس قدر قریبی عزیز ہے اس کا حق اتنا ہی فائق ہے۔

مالی یا جسمانی:۔

یہ ضروری نہیں کہ صرف زکواۃ کی رقم سے ہی خدمت کی جائے بلکہ جن صورتوں میں زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ وہاں خیرات سے کام لیا جائے اور جس صورت میں خیرات بھی کام نہ دے۔ یعنی مالی امداد کی ضرورت نہ ہو، وہاں جسمانی صورت میں اخلاقی ہمدردی اور خدمت کی جائے۔

خدمت خلق:۔

خدمت مخلوق خدا کی ہونی چاہیے۔ اپنی برادری یا کسی خاص فرقہ یا طبقہ کے لئے محدود نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ اس کا فائدہ عام ہونا چاہیے اوّلیت اور فوقیت بلاشبہ اعزاء کے لئے ہے لیکن دوسروں کے لئے تعصب کی گنجائش نہیں ہے۔ ہر ذی روح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور ہم بھی اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ اس لئے ہمارا رشتہ فطری طور پر آپس میں قائم ہوجاتا ہے۔

دعوت فکر:۔

خاندان، برادری، قبیلہ، سب نام صرف پہچان کے لئے ہیں۔ ان کا مقصد کسی سے علیحدگی یا کسی سے دوستی دشمنی کے لئے نہیں ہے اور نہ ہی اس کا مقصد ارفع اور ادنیٰ کی تمیز پیدا کرنا ہے۔

اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہماری برادری کے علاوہ کوئی دیگر ہماری خدمات یا صدقات کا مستحق نہیں ہے۔

انسان تو انسان جانوروں تک کے حقوق ہیں بلکہ ایک لحاظ سے یہ زیادہ مستحق ہیں کہ بھوک و پیاس میں انسان کی طرح سوال نہیں کر سکتے۔ مخلوق تو یہ بھی اسی خالق کی ہے کہ جو ہمارا خالق ہے اور یہ اس کے لئے معمولی بات ہے کہ وہ ہمیں ان جانوروں کی شکل میں پیدا کر دیتا کہ جن کو ہم قابل اعتنا نہیں سمجھتے۔

حق خدام:۔

اپنے غریب اور مستحق اعزاء کی بھرپور امداد اور خدمت کرنی چاہیئے اس کے بعد اپنے متعلقین، ملازمین اور رات دن ساتھ رہنے والے افراد کی خدمت و معاونت کرنی چاہیے۔ یہ بات اخلاق سے بعید اور انسانیت سے کوسوں دور ہے کہ جو ملازم یا خادم آپ کا کھانا تیار کر رہا ہے یا آپ کے لئے دستر خوان بچھا رہا ہے۔ جس کے علم میں ہے کہ آپ کیا تناول فرما رہے ہیں۔ اس کو آپ کچھ نہ دیں یا اگر دیں تو بچا ہوا کھانا دیں۔ کیا یہ اخلاقی معیار پر پوری اترنے والی بات ہے؟ یا ملازمین کے لئے علیحدہ خاص طور پر سستا اور معمولی کھانا تیار کرایا جائے۔ آج دنیا میں جتنے بھی ازم ہیں۔ وہ سب تعلیمات اسلامی کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہیں۔ غور فرمائیے کہ اگر ہم اپنی بنیادی تعلیم یعنی اسلامی اصولوں پر قائم رہتے تو آج دنیا میں نہ صرف سوشلزم اور کمیونزم کا نام نہ ہوتا۔ بلکہ دنیا کی بڑی اکثریت اللہ کے دین پر قائم ہوتی۔ ایک مسلمان اپنے غلام اور لونڈی تک کے لئے یہ حکم رکھتا ہے کہ جو خود کھائے وہ ان کو کھلائے اور جو خود پہنے وہ ان کو پہنائے۔ گویا مقصد تمام انسانوں کو بنیادی ضرورت فراہم کرنا اور باہم محبت اور اخلاص کا تعلق قائم کرنا ہے۔

قابل تقلید و قابل قدر:۔

چند برس قبل تک سعودی عرب میں یہ قدیم اور بنیادی اصول زیر عمل تھا کہ تمام ملازم کھانے کے وقت اپنے آجر کے ساتھ ایک دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے۔ چائے کے وقت سب ساتھ مل کر چائے پیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق کار باہمی ہمدردی، محبت اور خلوص کا موجب تھا۔

ایسا کارکن جو آپ کا شریک طعام ہو، زیادہ لگن اور فکر سے اپنے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ بہ نسبت دوسری صورت کے کہ جس میں شکوہ شکایت اور حسد و نفرت پیدا ہوتی ہے۔

فی زمانہ معاشرہ میں یہ صورت نہیں ہے۔ تاہم اگر آج بھی اس طریق کار کو اختیار کیا جائے تو نتائج سو فیصد ہوں گے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم بنیادی ضرورت کا خیال رکھنا ضروری ہے وہ بھی اس طرح کہ عزت نفس مجروح نہ ہو۔

والدین کی خدمت:۔

والدین کی خدمت اس درجہ فرض ہے کہ قرآن کریم میں حکم ہے کہ جب تمہارے والدین یا دونوں میں سے ایک حالت ضعیفی میں تمہارے پاس پہنچیں تو تم ان کے سامنے اف تک نہ کرنا یعنی ان کے احکامات کی تعمیل فرض جاننا اور ہر ممکن خدمت انجام دینا۔

یہ ہی نہیں بلکہ یہ حکم بھی ہے کہ والدین کی مغفرت کے لئے دعا کرتے رہنا، اور اس طرح کہنا کہ اے اللہ! میرے والدین کی مغفرت فرما اور ان پر رحم فرما۔ جس طرح میرے عہد طفلی میں انہوں نے مجھ پر رحم کیا تھا۔

والدین کی رضامندی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے: کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی ناخوشی میں ہے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث شریف میں ہے: اپنی والدہ کی خدمت کر کیونکہ ماں کے پیر کے نیچے جنت ہے۔ (مشکواۃ) اس کا مقصد بھی یہ ہی ہے کہ جس نے اپنی ماں کی خدمت کی وہ ان شاء اللہ جنت پائے گا۔ ماں کے بارے میں یہاں تک حکم ہے کہ اگر وہ مشرکہ بھی ہو تو اس کی خدمت راحت اور عزت میں کمی نہ کی جائے۔ ماں کے بعد یہ ہی صورت خالہ کے لئے ہے کہ اگر کسی کی والدہ انتقال کر جائے تو اس کے بعد ماں کی بہن یعنی خالہ کو عزت و احترام سے رکھنا چاہیئے۔

خالہ کی یہ عزت و احترام ماں کی وجہ سے ہے۔ اس سے اندازہ کریں کہ ماں کی خدمت کا کیا اجر ہو گا۔

اہل و عیال کی خدمت:۔

بیوی، بچوں اور زیر کفالت افراد کی خدمت و بہبود میں ان کی خوراک، لباس، تعلیم و تربیت، علاج و معالجہ کی ضروریات سربراہ خاندان کے فرائض میں شامل ہیں۔ ان کا پہلا حق یہ ہے کہ ان کو دین کی بنیادی تعلیم دی جائے۔ ارکان اسلام سے واقف کرانا اور بنیادی صورت میں عقیدہ کی درستی اور نماز و روزہ وغیرہ کی تعلیم دینا ضروری ہے۔ ان کی تربیت ایک مؤمن اور مسلمان کی صورت میں کی جائے۔ حلال روزی حاصل کر کے ان کی پرورش کا بندوبست کیا جائے۔ ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھا جائے۔

اولاد کی تعلیم اور تربیت باپ یا سربراہ خاندان پر قرض اور فرض ہے۔ جس طرح آپ کے والدین نے آپ کی تعلیم و تربیت اور آرام و آسائش کا خیال کیا تھا۔ اسی طرح اپنی اولاد کا خیال رکھنا آپ پر قرض اور فرض ہے۔ گویا اس قرض کو ادا کرنے کی یہ بھی ایک صورت ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ والدین کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ والدین کے انتقال کے بعد بھی ایصالِ ثواب ضروری ہے۔

حقِ ہمسایہ :-

پڑوسی کا حق عزیز و اقرباء کے برابر ہے۔ حدیث شریف میں حقِ ہمسایہ کی وعید اور تاکید آئی ہے۔ پڑوسی کا حق اتنا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بقول مجھے یہ خیال ہوا کہ پڑوسی کو ورثہ میں حصہ نہ دیدیا جائے۔ (مشکواۃ)

پڑوسی اور ہمسایہ کے متعلق حدیث شریف ہے کہ: مومن ایسا نہیں ہوتا کہ خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی جو اس کے پہلو میں رہتا ہو، بھوکا رہے (مسلم) یعنی پڑوسی کی ضروریات اور اس کی آسائش کا خیال رکھنا چاہیے۔ یہ بھی حدیث ہے کہ: پڑوسی کے خیال سے اپنے سالن میں پانی کا اضافہ کر لو۔ یعنی اگر اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ اعلیٰ درجہ کا کھانا غریب پڑوسی کو بھی دیا جا سکے تو پھر خود بھی اعلیٰ درجہ کا کھانا نہ کھاؤ بلکہ اپنے سالن میں شوربا زیادہ کر کے خود بھی کھاؤ اور پڑوسی کو دو کہ اس کے گھر والے بھوکے نہ رہیں۔ فرض کر لیں یہ بھی صورت ممکن نہ ہو سکے اور خود اتنی استطاعت بھی نہ ہو تو پھر اخفا کرے۔ یعنی اپنا کھانا ظاہر نہ ہونے دے کہ دل آزاری نہ ہو۔

پڑوسی کے یہاں کسی کی وفات کی صورت میں یہ اس کا حق ہے کہ اس کے گھر کھانا لے جا کر اس کو اور اس کے لواحقین کو اپنے ساتھ شامل کر کے سب کو کھانا کھلائے کہ وہ لوگ اپنے عزیز کے انتقال کی وجہ سے کھانا نہ پکا سکے ہوں گے۔

عزیز و اقربا کی خدمت :-

عزیز و اقرباء کے سلسلہ میں قرآن کریم میں واضح حکم ہے کہ تمہارے صدقات یعنی زکوٰۃ و خیرات کے اوّلین مستحق تمہارے اعزاء اور تمہارے رشتے دار ہیں۔

رشتہ دار کو صدقات ادا کرنا دوسرے اجر کا موجب ہے۔ ایک یہ کہ زکواۃ و خیرات ادا کی، دوسرے یہ کہ صلہ رحمی سے کام لیا اور رشتہ دار کا حق ادا کیا پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ رشتہ دار پر واضح کیا جائے کہ زکواۃ کی رقم دی ہے۔ بلکہ صرف نیت کافی ہے۔

وضاحت :-

تقریباً ہر خاندان میں ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ ایک بھائی لاکھوں روپیہ کا مالک ہے اور دوسرا افلاش ہے جبکہ ایک والدین کی اولاد ہیں اور یکساں ورثہ پایا ہے۔ لیکن حالات و واقعات سے یا اصل بات یوں کہیے کہ تقدیر سے معذور ہے۔ جو بھی نصیب میں لکھا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔

مستورات میں تو یہ صورت زیادہ ہے کہ دو سگی بہنیں جنھوں نے اپنے والدین کے یہاں یکساں آرام اور ناز و نعم سے پرورش پائی ہے۔ اپنے شوہر کے گھر جا کر ایک اعلیٰ درجہ کی زندگی گزارتی ہے اور دوسری مفلسی اور پریشانی میں مبتلا ہے۔

ایسے عزیز یقینی طور پر فوری اور معقول امداد اور خدمت کے مستحق ہیں۔ ان کے ساتھ جو سلوک کیا جائے وہ پردہ میں خاموشی کے ساتھ ہو کہ ان کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔

اس کے علاوہ غریب اعزاء کے بچوں کی تعلیم اور اگر ضرورت ہو تو ان کے علاج و معالجہ اور دیگر ضروریات کی کفالت مالدار رشتہ داروں کو کرنا چاہیے۔

خدمت اور امداد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اپنے غریب بہن بھائی کے بچوں کی شادی اپنے خاندان میں کر لی جائے۔ اس طرح بھرپور اور اعلیٰ خدمت انجام دی جاسکتی ہے یا کسی معقول خاندان میں رشتہ کرادیا جائے۔

غرض کہ عزیز اقرباء کی امداد و خدمت صرف صدقات کی ادائیگی تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ دیگر امور میں بھی توجہ ہونی چاہیے۔

یتیم اور مسکین کی خدمت:۔

رشتہ داروں کے بعد قرآن کریم میں صدقات کی ادائیگی کے سلسلہ میں یتیم اور مسکین کا درجہ ہے۔ مسکین وہ سفید پوش شخص ہے کہ جو معاشرہ میں کھاتا پیتا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں صرف ظاہری بھرم ہوتا ہے اور مستحق اور ضرورت مند ہوتا ہے لیکن سوال نہیں کرتا اور صبر و قناعت سے بسر کرتا ہے۔

ایسے ضرورت مند کو تلاش کرنا اور اس کی امداد کرنا اہم خدمت ہے۔ یتیم کی پرورش اور اس کی تعلیم و تربیت کرنا بڑے اجر کا موجب ہے۔ کسی یتیم بچے کے سر پر صرف ایک بار محبت اور شفقت سے ہاتھ پھیر دینا بھی اجر کا باعث ہے۔

قرآن کریم میں حکم ہے کہ جب تم اپنا ورثہ تقسیم کرنے لگو تو جو یتیم تمہارے قریب ہوں ان کو بھی اس میں سے کچھ دیدو۔

ورثاء کے لئے ورثہ کی تقسیم قرآن کریم میں کردی گئی ہے۔ صرف تیسرے حصہ کی وصیت ہوسکتی ہے۔ جو قرض کی ادائیگی اور خیرات کی صورت میں ہوسکتی ہے اور اسی کے لئے یہ حکم ہے کہ اس میں سے یتیم رشتہ دار کو بھی دو۔

یہاں بھی صرف مالی امداد اور صدقات کی ادائیگی کافی نہیں۔ بلکہ پوری توجہ اور خدمت کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ عزیز و اقرباء کے لئے ہے۔ نہ صرف یہ کافی ہے کہ وصیت کے وقت اس پر عمل کیا جائے۔ بلکہ یہ حکم اس امر کی اہمیت ظاہر کرتا ہے کہ آخری وقت میں بھی یتیم کو فراموش نہ کرو۔ اس کے معنٰی یہ ہوئے کہ زندگی کے ہر دور میں یتامیٰ کی خدمت و امداد کا عمل جاری رہنا چاہیے۔

دین کی خدمت:۔

گذشتہ دوصد برس سے تمام دینی مدارس صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قائم ہیں۔ دینی مدارس صدقات یعنی زکوۃ و خیرات پر قائم ہیں۔ حکومت سے کوئی امداد نہیں ملتی ہے۔ ممکن ہے مستقبل میں کوئی ایسی صورت پیدا ہوجائے۔ تاہم اب تک تمام چھوٹے بڑے مدارس عام مسلمانوں کے صدقات پر قائم ہیں۔

دین کی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم کو زکوۃ سے وظیفہ دیا جاسکتا ہے۔ اس کی درسی کتابوں اور ذاتی ضروریات پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔

دینی مدارس اور ان کے طالب علم اور استاد خصوصی توجہ اور خدمت کے اہل ہیں اور اس کا خصوصی اجر و ثواب ہے۔ حدیث شریف میں اس کی اہمیت اور اس کے اجر کے بابت تفصیل سے آیا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم دینا

اور اس کی تلاوت کرنا بہترین کام ہے۔ اس میں حصہ لینا اور کوشش کرنا صدقہ جاریہ ہے۔ یہاں بھی صرف مالی امداد ہی کافی نہیں۔ بلکہ عملی طور پر بروقت اس بندوبست کی ضرورت ہے کہ یہ ہی بنیادی چیز ہے۔ جس پر ہماری اساس قائم ہے۔ دینی تعلیم کے مدارس قائم کرنا اور ان کی خدمت کرنا ضروری ہے۔

آج ہندو پاک میں بلکہ برما سے افغانستان تک جہاں بھی دین کا چرچا ہے اور جس قدر مدارس قائم ہیں۔ وہ سب انہی علماء کرام کے طفیل ہیں کہ جو دو صدی قبل کے قائم کردہ مدارس سے فارغ ہوئے تھے۔

آبادی کے اضافہ اور نئی آبادیوں کی تعمیر کے ساتھ مساجد اور تعلیم کے مدارس اور ابتدائی مکاتب کی بڑی ضرورت اور اہمیت ہے۔ اس کے لئے نہ صرف سرمایہ درکار ہے۔ بلکہ عملی طور پر جدوجہد اور بھرپور کوشش کی ضرورت ہے۔ یہ بڑی اہم خدمت ہے۔

خدمت خلق:۔

خدمت عامہ اور فلاحی بہبود ذاتی اور جماعتی صورتوں میں نہایت ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں افغانستان میں روسی استعمار کے خلاف پندرہ سالہ جہاد، کشمیر میں آزادی کی جنگ، برما میں لادین حکمرانوں کے مسلمانوں پر شدید مظالم اور دنیا بھر کے مختلف ممالک میں مسلمانوں پر کفار و مشرکین کے مظالم کے باعث لاکھوں افراد بے خانماں اور غیر یقینی مستقبل کے ساتھ پریشان زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے بے شمار مسائل ہیں۔ پیدائش سے لیکر موت تک مسائل کے انبار ہیں۔ ایسے پریشان لوگ رہائش، روزگار، علاج، معالجہ، تعلیم ہر چیز کے ضرورت مند اور مستحق ہیں۔ ایسے افراد کی بڑی تعداد بڑے شہروں کے مضافات میں برائے نام رہائشی بندوبست کر کے زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے بچوں کی تعلیم اور روزگار کا کوئی معقول انتظام نہیں ہے۔ ان میں بے شمار بیوہ خواتین اور یتیم بچے بھی بڈیں۔ ضعیف اور لاچار بوڑھے بھی ہیں۔ معاشرتی سہولتوں سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے متعدد اداروں اور افراد نے (اُن کی چند بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے) لیکن یہ سب دو فیصد بھی نہیں ہیں۔

دینی مدارس اور اسکول و ڈسپنسریاں نیز پینے کے پانی کے اسٹاک کے لئے ٹینکیوں اور ذرائع آمدورفت کے انتظام کی ضروت ہے۔ یہ خدمات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت عام مسلمانوں کو انجام دینی ضروری ہیں۔

خدمت خلق اور اسلام و مسلمانوں کی خدمت کے تحت یہ نہایت ضروری اقدام ہیں۔ ہر شہر اور قریہ میں کم و بیش یہ ہی صورت حال ہے۔ آبادی کے اضافہ کے ساتھ مسائل اور ضروریات کا اضافہ ہوتا رہے گا اور اسی کے مطابق خدمت کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا۔

شہروں کے علاوہ چھوٹے قصبات اور دیہات بھی ضروری سہولتوں سے محروم ہیں۔ اگر ایک بیمار صرف اس لئے صحت نہیں پاسکا کہ اس کا علاج بروقت نہیں ہوسکا یا ایک بچہ اس لئے غنڈہ بن گیا کہ اس کی تعلیم اور تربیت کا انتظام نہیں ہوسکتا تھا۔ یا ایک خاتون زچگی میں چل بسی صرف اس لئے کہ اس بستی میں کوئی طبی سہولت میسر نہیں

بقیہ صفحہ ۱۳ پر

سید کاشف گیلانی

نعت

حسنِ سراپا شاہدِ یزداں، صلی اللہ علیہ وسلم
ماہ بہ جبیب و مہر بداماں، صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کا نام ہے سب سے بالا، آپ سے بڑھ کر رتبہ کس کا
آپ تو ہیں کونین کے سلطاں صلی اللہ علیہ وسلم

آپ سے ساری بزم ہے بگمگ، ہر گوشہ ہے تاباں تاباں
آپ ہیں شمعِ بزمِ رسولاں، صلی اللہ علیہ وسلم

آپ ہمارے آقا و مولیٰ ، آپ ہمارے ملجا و ماوٰی
آپ تو ٹھہرے رحمتِ یزداں ، صلی اللہ علیہ وسلم

میں دکھیارا درد کا مارا ، آپ کا ہے در کا سہارا
آپ ہیں میرے درد کا درماں ، صلی اللہ علیہ وسلم

کاشف کی اوقات ہی کیا ہے ، ذکر ہی کیا ہے بات ہی کیا ہے
آپ کے خادم بوذر و سلماں ، صلی اللہ علیہ وسلم

میرے محبوب ترے حسن کا صدقہ دے دوں
جو مجھے جان سے پیارا ہے وہ بیٹا دے دوں

ترے آگے زرِ دنیا کی حقیقت کیا ہے
تیرے نعلین کے بدلے ، زرِ دنیا دے دوں

جان سے پیاری ہے ، خاکِ رہِ طیبہ مجھ کو
کیوں میں سائل تجھے، خاکِ رہِ طیبہ دے دوں

مجھ پہ ہو جائے اگر چشمِ عنایت تیری
جانِ ناچیز کا خوش ہو کے میں ہدیہ دے دوں

جان دوں جا کے مدینے میں تمنا ہے یہی
اس تمنا میں یہیں جان نہ آقا دے دوں

ظلمتوں میں جو بھٹکتے ہیں مرے بس میں ہو کاش
میں انہیں معرفتِ حق کا اجالا دے دوں

وہ غلام اپنا اگر مجھ کو بنالیں کاشف
ان کی دہلیز پہ میں شوق سے بوسہ دے دوں

جانباز مرزا مرحوم

اسلام کے ایوان بن جائیں

اگر ہم آدمی ہوتے ہوئے انسان بن جائیں
تو پھر تاریخ عالم کے لئے عنوان بن جائیں
بتوں کو توڑ دیں اور چھوڑ دیں آئینِ افرنگی
خدائی میں خدا کا آخری فرمان بن جائیں
ہماری ٹھوکروں میں سلطنت ہو سارے عالم کی
مسلمانو! اگر ہم صاحب ایمان بن جائیں
ارادہ تو کرو اوجِ ثریا تک پہنچنے کا
ستارے جگمگا کر راستے کی جان بن جائیں
سمندر کی روانی چند لمحوں کی روانی ہے
یہی موجیں اٹھیں اور بڑھ کے اک طوفان بن جائیں
اگر تم موت کو اک کھیل سمجھو زندگانی کا
حیات جاودانی کے لئے سامان بن جائیں
تمہاری ہڈیاں اینٹیں اگر ہوں اور لہو گارا
تو سب ٹوٹے ہوئے اسلام کے ایوان بن جائیں

○

شاہد کاشمیری (لاہور)

آزادیٔ نسواں دے ناں

اسیں ون سونیاں گوریاں
ساڈے کئی مجازی خدا
اسیں کچے ٹاہنوں ٹٹیاں
ساڈی اُڈی شرم حیا
اساں جس تھاں "دستک" دتی
اوتھے رکھی نویں ادا
سانوں مذہبی زہری جاپدے
سروں پیروں دِتی لا
کوئی کافر بس یلاوندا
سانوں چڑھ جاندے نیں چا
اسیں نچ نچ ٹپ ٹپ گاوندیاں
سانوں آوندا نہیں ہکا
اساں وسے گھراں دی کڑیاں
کیتیاں سب رو راہ
فیر ماں راہیں سجنو
اساں تیں کیتے شاہ

○

محمد ہارون (راولپنڈی)

* افغانستان میں خلافت اسلامیہ کا قیام جنوبی ایشیاء میں اسلام کا نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہے

* اسلام میں وسیع البنیاد حکومت کا کوئی تصور نہیں

* امریکہ، ایران، اسرائیل اور پورے یورپ میں کہیں وسیع البنیاد حکومت نہیں

* ہفت روزہ "الہلال" سے سید عطاء المحسن بخاری کی گفتگو

مجلس احرار اسلام کے امیر ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری نے کہا ہے کہ طالبان نے امیر المؤمنین ملا محمد عمر کی قیادت میں صحابہؓ کرام کے طرز پر جہاد کرکے افغانستان میں اسلامی نظام قائم کردیا ہے۔ افغانستان میں امارت و خلافت اسلامیہ کے قیام سے جنوبی ایشیاء میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا باب کھل گیا ہے۔ راولپنڈی میں ہفت روزہ "الہلال" کے نمائندے محمد ہارون سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے ان خیالات کا اظہار کیا۔ اس موقع پر ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری، جناب محمد عمر فاروق، فیض الحسن فیضی ایڈووکیٹ، رفیق غلام ربانی اور پیر محمد ابوذر بھی موجود تھے۔

ایران افغانستان کشیدگی کے حوالے سے ایک سوال کے جواب میں قائد احرار نے کہا کہ ایران طالبان حکومت کا سب سے بڑا مخالف بن کر عجمی نظریات افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک پر ٹھونسنے کے لئے ہر حربہ استعمال کررہا ہے۔ "ربانی اینڈ کمپنی" کو تہران میں حُبِ علی کی وجہ سے نہیں بلکہ بغض معاویہ کی وجہ سے پناہ دی گئی ہے۔ ایران، افغانستان کے اسلامی انقلاب کو ناکام کرنے کے لئے مخالف قوتوں کی مکمل پشت

جب تک تمام قادیانی توبہ نہیں کرتے احرار ان کے خلاف جہاد جاری رکھیں گے

مرزا طاہر دنیا کا سب سے بڑا کذاب ہے

پناہی اور امداد کررہا ہے۔ افغانستان میں وسیع البنیاد حکومت کے قیام کے ایرانی اور مغربی مطالبے کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وسیع البنیاد حکومت جمہوریت میں تو ہوسکتی ہے لیکن اسلامی نظام میں اس کا کوئی تصور نہیں۔ خود امریکہ اور یورپئین ممالک میں لاکھوں مسلمانوں کا پارلیمنٹ اور حکومت میں کوئی حصہ نہیں۔ یہاں تک کہ ایران میں بھی ۳۵ فیصد سنی آبادی کا حکومت میں کوئی نمائندہ نہیں اور انہیں اپنی مسجد و مدرسہ بنانے کی اجازت بھی نہیں۔

ایران وسیع البنیاد حکومت کا شوشہ چھوڑ کر دراصل افغانستان میں اپنے ایجنٹوں کو اقتدار میں لانا چاہتا

جمہوریت کے ذریعے نفاذِ اسلام کے دعویدار جاہل ہیں

• سی ٹی، بی ٹی پر دستخط اپنی دفاعی صلاحیتوں کو مقید کرنا ہے

جب تک تمام قادیانی توبہ نہیں کرتے احرار ان کے خلاف جہاد جاری رکھیں گے

ہے۔ سعودی عرب میں امریکی افواج کی موجودگی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی پیروی کرتے ہوئے ارضِ مقدس پر یہود و نصاریٰ کی موجودگی کے خلاف ہیں۔ اور اس موقف پر اسامہ بن لادن کی تحریک کو ہر مسلمان کی تائید و حمایت حاصل ہے۔

مجلس احرار اسلام کی طرف سے قادیانیت کے خلاف جدوجہد کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ قادیانیت کو بے نقاب کرنے اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں احرار کا بنیادی اور تاریخی کردار ہے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے تردید قادیانیت کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مشن بنالیا تھا۔ ان کے حکم پر مجلس احرار اسلام نے اپنی تمام توانائیاں ردِّ مرزائیت کے محاذ پر صرف کردی تھیں اور سینکڑوں احرار کارکنوں نے تحفظ ختم نبوت کے لئے جانیں قربان کردی تھیں۔ شہداء ختم نبوت کا خون رنگ لایا اور تحریک تحفظ ختم نبوت کامیابیوں سے ہمکنار ہوئی۔

آج مجلس احرار اسلام کی جدوجہد کے نتیجہ میں پوری دنیا میں قادیانیوں کا تعاقب ہورہا ہے۔ جنوبی افریقہ اور زمبالوے میں بھی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔ جب تک روئے زمین پر موجود ہر قادیانی توبہ کرکے مسلمان نہیں ہوجاتا احرار کا جہاد جاری رہے گا۔

انہوں نے کہا کہ مرزا طاہر کو مباہلہ فوبیا ہوگیا ہے۔ ہر چھے مہینے بعد وہ مسلمانوں کو مباہلہ کی دعوت دیتا ہے اور پھر خود ہی منحرف ہوجاتا ہے۔ گزشتہ سال بھی اس نے مسلمانوں کو مباہلہ کا چیلنج دیا تو مسجد احرار مدرسہ ختم نبوت ربوہ کے مدیر سید عطاء المہیمن بخاری نے چیلنج قبول کرتے ہوئے مرزا طاہر کو ربوہ میں "ایوان محمود" کے سامنے آکر مباہلہ کرنے کی دعوت دی لیکن مرزا طاہر نہ آیا۔ انہوں نے کہا کہ شکست اور ذلت و رسوائی قادیانیوں کا مقدر ہے۔ مرزا طاہر اپنے دادا کی طرح دنیا کا سب سے بڑا جھوٹا شخص ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برس رہی ہے۔

مجلس احرار اسلام کے سیاسی رول کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ احرار نے دین اسلام پر دنیادارانہ سیاست کو قربان کردیا ہے۔ ہم حکومت کی بجائے اس جمہوری نظام کے خلاف ہیں جو دراصل انگریز استعمار کی وراثت اور یادگار ہے۔ جمہوریت کے ذریعے نفاذ اسلام کا خواب دیکھنے والے جاہل ہیں۔ اس نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر ہی دین کی اصل حکومت قائم ہوسکتی ہے۔ جہاد و انقلاب کے بغیر نفاذِ اسلام ممکن نہیں۔

سی ٹی بی ٹی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس معاہدے پر دستخط کرنے کا مطلب اپنی دفاعی صلاحیتوں کو مقید کرنا ہے۔ اس سے غلامی کی رات طویل ہوجائے گی، اور جو ایک آزاد اسلامی ریاست کے تصور کی نفی ہے۔

قائد احرار نے آخر میں "الہلال" کے اجراء پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس نام سے احرار کا تعلق ۸۵ سال پرانا ہے۔ جب مولانا ابوالکلام آزاد تحریک خلافت کو "الہلال" کے ذریعے پروان چڑھا رہے تھے تو الہلال میں "ترکان احرار" کے عنوان سے ایک مستقل کالم چھپتا تھا۔ یہی عنوان مجلس احرار اسلام کے قیام کے محرکات میں سے ایک ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ "الہلال" مظلوم مسلمانوں کی آواز بن کر غلبۂ اسلام کی جدوجہد کرے گا اور ذاتی و گروہی تعصبات سے پاک ہو کر دین اسلام کے لئے اجتماعی جہاد میں اپنا مثبت کردار ادا کرے گا۔ (بشکریہ ہفت روزہ "الہلال" اسلام آباد جلد ۱ شمارہ ۷، ۲۵ ستمبر ۱۹۹۸ء)

حافظ محمد اکمل (ملتان)

✻ حکومت قانون امتناع قادیانیت پر سختی سے عمل کرائے

✻ حکومت کی آئینی ذمہ داری ہے کہ کفر وارتداد کی تبلیغ کے راستے بند کرے

✻ مجلس احرار اسلام نے تحفظ ختم نبوت کی خاطر لازوال قربانیاں دی ہیں

✻ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ شہداء ختم نبوت کی قربانیوں کا نتیجہ ہے

✻ قادیانی پوری دنیا میں ذلیل ہورہے ہیں۔ ختم نبوت کا علم ہمیشہ لہراتا رہے گا

(امیر الاحرار سید عطاء المحسن بخاری)

مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ۷ ستمبر کو یوم تحفظ ختم نبوت کی تقریبات سے احرار رہنماؤں کا خطاب

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے آئینی ترمیم کرکے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ یہ ایک تاریخی فیصلہ تھا جو پاکستان کی تاریخ کا سنہری باب ہے۔ یہ فیصلہ ایک دم نہیں ہوا، اس کے پس منظر میں برصغیر کے مسلمانوں کی نوے سالہ جدوجہد ہے جو قربانی وایثار سے معمور ہے۔

احتساب قادیانیت کی تاریخ میں "مجلس احرار اسلام" نے لازوال قربانیاں دی ہیں۔ "احرار" محاسبۂ قادیانیت کا سب سے معتبر حوالہ ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی (لعنۃ اللہ علیہ وعلی آلہ واعوانہ وانصارہ) کے دعوائے نبوت کے بعد علماء نے علمی حوالے سے قادیانیت کا تعاقب اور رّد کیا، لیکن اجتماعی اور عوامی سطح پر سب سے پہلے اور سب سے منظم جدوجہد کا سہرا صرف مجلس احرار اسلام کے سر ہے۔ مجلس احرار اسلام نے محدث العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ العزیز کے حکم پر جماعت میں ایک مستقل شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت قائم کیا۔ ۱۹۳۴ء میں قادیان میں مرکز ختم نبوت قائم کیا۔ احرار تبلیغ کانفرنس

منعقد کی۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں تحریک تحفظ ختم نبوت برپا کی اور ہزاروں مسلمانوں نے احرار کی صدائے حق پر لبیک کہتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ مسلم لیگی حکومت نے ریاستی تشدد کے ذریعے تحریک کو بظاہر کچل دیا مگر یہی تحریک ۱۹۷۴ء میں کامیابیوں کا پیغام لیکر پھر نمودار ہوئی۔ اور شہداء ختم نبت کی قربانیاں رنگ لائیں۔

۷ ستمبر کو اسی تاریخی حوالے کی مناسبت سے مجلس احرار اسلام نے یوم تحفظ ختم کے عنوان سے مختلف شہروں میں اجتماعات منعقد کئے۔ ملتان میں ایک بڑی تقریب دار بنی ہاشم میں منعقد ہوئی۔ جس میں مجلس احرار اسلام کے امیر ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسحاق سلیمی، ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المھیمن بخاری اور مدیر نقیب ختم نبوت سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کیا۔

محترم حسین اختر صاحب اور حافظ محمد اکرم نے نعت اور نظم سنا کر حاضرین کو محظوظ کی۔ مسجد احرار ربوہ میں مولانا محمد مغیرہ نے تقریب منعقد کی، دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی میں مرکزی ناظم نشرواشاعت جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے تقریب کا اہتمام کیا اور دفتر احرار لاہور میں جناب محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ اور میاں محمد اویس نے تقریب منعقد کی۔ احرار رہنماؤں نے مختلف تقاریب سے خطاب کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ قانون امتناع قادیانیت پر سختی عمل درآمد کرایا جائے۔ یہ حکومت کی آئینی ذمہ داری ہے کہ وہ کفر و ارتداد کی تبلیغ کے راستے بند کرے۔ انہوں نے کہا کہ مجاہدین ختم نبوت کی جدوجہد کے نتیجے میں قادیانی پوری دنیا میں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ختم نبوت کا علم ہمیشہ لہراتا رہے گا اور احرار کارکن قادیانیت کے خاتمہ تک ان کا تعاقب جاری رکھیں گے۔

دعاء صحت

- مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے صدر محترم چوہدری علی محمد صاحب ایک عرصہ سے شدید علیل ہیں
- مجلس احرار اسلام ضلع رحیم یار خان کے صدر محترم چوہدری گلزار احمد صاحب (صادق آباد) عرصہ سے بیمار ہیں
- مجلس احرار اسلام کے بزرگ رہنما حکیم محمد صدیق تارڑ (مرید کے) شدید علیل ہیں
- مجلس احرار اسلام جلال پور پیروالہ کے صدر جناب عبدالرحمٰن جامی کی دادی صاحبہ، والدہ ماجدہ اور اہلیہ علیل ہیں۔
- مجلس احرار اسلام کے انتہائی مخلص کارکن محترم جام محمد شریف چوہان (ساکن ٹب چوہان، ضلع رحیم یار خان) طویل عرصہ سے علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام بیماروں کو صحت کاملہ عطاء فرمائے آمین۔ احباب و قارئین سے بھی دعاء صحت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

ملاقات: حسیب منظور بھٹی ، طارق ضیاء

قادیانی کشمیر کو اپنی ریاست بنانے میں مصروف ہیں

مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما عطاء المھیمن بخاری سے ملاقات

قیام پاکستان سے قبل جو علماء فرنگی کے چنگل سے آزادی کی جدوجہد میں مصروف رہے ان میں مجلس احرار اسلام کے بانی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔ بعض امور میں تحریک آزادی کی سیاسی قیادت سے اختلاف بھی رہا لیکن یہ لوگ مخلصانہ طور پر برصغیر کے مسلمانوں کی آزادی کے لئے کام کرتے رہے۔ اس ضمن میں انہیں قید و بند اور دوسرے مصائب سے بھی دوچار رہنا پڑا۔

قیام پاکستان کے بعد بھی مجلس احرار اسلام کے لوگ انگریزی نظام حکومت پر تنقید کرتے رہے اور خالص دین اسلام کے نفاذ کے لئے عملی جدوجہد میں مصروف رہے جس کی وجہ سے انہیں قیام پاکستان کے بعد بھی قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کرنا پڑا۔

مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے فرزند سید سید عطاء المھیمن بخاری گزشتہ دنوں اسلام آباد تشریف لائے۔ ایک ملاقات میں اُن سے ہونے والی گفتگو نذر قارئین ہے۔

*محترم مولانا قیام پاکستان کے بعد آپ کی "جماعت مجلس احرار" کے کیا مقاصد قرار پائے؟

قیام پاکستان سے قبل یہ مجلس احرار اسلام کا ہی کارنامہ تھا کہ اس جماعت نے برصغیر کے لوگوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت پیدا کی اور استعماری طاقتوں کے توسیع پسندانہ عزائم سے عوام کو آگاہ کیا۔ جب کہ قیام پاکستان پر ہمارا موقف طریقۂ تقسیم پر تھا، جس طرح دیگر کئی اہل فکر و نظر نے تحریک پاکستان کے حوالے سے اپنی آراء عوام تک پہنچائیں۔ مجلس احرار اسلام کا انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کی نفرت کو تیز کرنے کا تسلسل ہی قیام پاکستان تھا۔ وہ کام جو مسلم لیگ نے ۱۹۴۰ء کے بعد ایک واضح لائحہ عمل کے ساتھ شروع کیا کہ انگریزوں سے آزادی حاصل کی جائے ہم اس سے پہلے ہی برصغیر کے عوام میں یہ شعور بیدار کر رہے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد صورت حال بالکل مختلف تھی۔ انگریز چلا گیا مگر اس کا نظام باقی تھا۔ جماعت کے رہنماؤں نے نئے سرے سے جماعت کو منظم کیا اور اپنے اہداف و مقاصد طے کئے۔ ہماری جماعت کا ایک واضح مشن قادیانیوں کی مذموم سرگرمیوں کو طشت ازبام کرنا اور ان کے خطرناک منصوبوں کے آگے بند باندھنا ہے جو سراسر مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف ہیں ہم آج بھی مروجہ جمہوری سیاست سے الگ ہیں اور اس کو خلاف اسلام سمجھتے ہیں۔ دراصل یہ ایک کفریہ نظام ہے۔ اس لئے کہ اس نظام میں کفر کو تو تمام تحفظات حاصل ہیں مگر اسلام کو کوئی تحفظ نہیں، جو قیام پاکستان کے مقاصد سے انحراف کے

مترادف ہے۔ ہم آج بھی انہی مقاصد کے لئے جوجہد کر رہے ہیں۔ اور یہی ہماری جماعت کا بنیادی مشن ہے۔

* مجلس احرار اسلام کی سیاست سے علیحدگی کی وجوہات؟

(۱) وقتی طور پر جماعت کی سیاسی حیثیت کا خاتمہ (۱۹۴۹ء) اور صرف تبلیغ دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کردینا۔

(۲) پاکستان میں حکومتِ الٰہیہ کا قیام اور قرآن و سنت کا نفاذ

(۳) قادیانیوں کا تعاقب اور عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ

(۴) ملکی سلامتی اور دفاع کے لئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لانا۔

ہم پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ ہم نے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی ہے جو کہ ایک تہمت ہے، الزام تراشی ہے اور حقائق کو مسخ کرنے والی بات ہے۔ ہمارا قیام پاکستان پر اختلاف نہیں تھا بلکہ طریقہ تقسیم پر اختلاف تھا جیسا کہ میں نے آپ کے پہلے سوال میں عرض کیا ہے کہ اُس دور میں کئی اور بڑے اکابر اور جماعتوں نے بھی طریقہ تقسیم پر اپنا اصولی موقف مسلمانوں کے سامنے پیش کیا تھا۔ پاکستان بنانے کی دعویدار جماعت مسلم لیگ نے آغاز سے ہی مجلس احرار پر بڑے ظلم کرنا شروع کر دیئے اور اس کے کارکنوں سے بدتر سلوک روا رکھا جانے لگا۔ اس کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جس طرح جمال عبدالناصر نے اخوان المسلمون کے ساتھ حشر کیا تھا۔ اس صورتحال میں والد ماجد سید عطاء اللہ بخاری نے مناسب سمجھا کہ مسلم لیگ جو پاکستان کی بانی جماعت ہے اور اسلام نافذ کرنے کی دعویدار ہے اسے کام کرنے دیا جائے۔ مجلس احرار اسلام نے مسلم لیگ کے لئے میدان کھلا چھوڑ دیا کہ وہ قیام پاکستان کے مقصد "اسلامی حکومت کے قیام" کی تکمیل کر سکے۔ جماعت نے خوامخواہ مخالفت کا راستہ ترک کر کے اس عظیم مقصد کے لئے مسلم لیگ کو غیر مشروط تعاون کی پیش کش بھی کی۔ اسی لئے وقتی طور پر سیاست سے علیحدگی کا اعلان کرنا پڑا اور جماعت کو باقی رکھنے کے لئے ایک عظیم مقصد "عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ" کے لئے اپنی ساری توانائیاں صرف کردیں۔ جب مسلم لیگ نے اپنے وعدوں اور قیام پاکستان کے مقاصد سے انحراف کیا تو جماعت کی مجلس عاملہ نے ستمبر ۱۹۵۸ء میں سیاست میں دوبارہ شرکت کا فیصلہ کیا۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ سیاست سے دستبرداری کا مطلب انتخابی سیاست سے علیحدگی تھا نہ کہ اپنے شہری حقوق اور ملکی و قومی معاملات سے دستبرداری۔

آپ نے اخوان المسلمون کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے تو بڑی بڑی قربانیاں دیں آپ کے ساتھ مسلم لیگ نے کیا ایسا سلوک کیا کہ سیاست سے ہی کنارہ کشی اختیار کرلی؟

اس ضمن میں آپ کو میں ایک واقعہ کی نشاندہی کردوں کہ ۱۹۵۳ء میں مجلس احرار اسلام نے قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی تو اس وقت مسلم لیگ کی طرف سے مزاحمت کی گئی اور تاریخ گواہ ہے کہ ملک بھر میں ہمارے دس ہزار کارکنوں کو ریاستی تشدد کر کے گولیوں سے بھون دیا گیا۔ لاہور کی بی آر بی نہر میں ہمارے

کئی کارکنوں کو مار کر پھینک دیا گیا۔ بتائیے اس سے بڑا اور کون سا ظلم ہوگا جب کہ دیگر جماعتوں کے تین ہزار کارکنوں کو بھی بی آر بی کی نہر کی نذر کر دیا گیا۔ کچھ لاشیں چھانگا مانگا کے جنگل میں جلا کر نہر میں ان کی راکھ بہادی گئی۔ حکومتی ذرائع ابلاغ کا کہنا تھا کہ صرف ۳۵ افراد مارے گئے جو ملک میں ایجی ٹیشن پیدا کر رہے تھے۔ ۱۹۵۳ء سے اب تک ہم لوگ حکومت کے معتوب ہی چلے آ رہے ہیں۔

*مسئلہ کشمیر پر آپ کی جماعت کی کیا پالیسی رہی؟

والد گرامی سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا تھا کہ میں کشمیر اکیلا لے کر دیتا ہوں اگر حکومت قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے۔ اس وقت حالات بھی ایسے تھے۔ ہمارے پاس جانثار کارکنوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ کشمیر کو آزاد کرنا کوئی دشوار کام نہ تھا اور یہ اس وقت ممکن تھا جب معاملہ ابتدائی مراحل پر تھا۔ مسئلہ کشمیر پر شروع دن سے ہماری سوچ یہ رہی ہے کہ یہ خطہ پاکستان کے پاس ہی ہونا چاہیے۔ کیونکہ پاکستان کے قیام کا ایک اصولی طریقہ یہ تھا کہ مسلمان جہاں اکثیرت میں ہیں وہ پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق کر سکتے ہیں تو اصولاً کشمیر پاکستان کا حصہ بن رہا تھا اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ کشمیر پاکستان کا حصہ ہے۔ بھارت کا مقبوضہ کشمیر پر قبضہ تاریخی طور پر بھی غاصبانہ اور ظالمانہ ہے۔ یہاں ایک اور بات کی طرف اشارہ کرتا چلوں کہ قادیانیوں نے ہر مرحلے پر پاکستان اور اسلام کے خلاف سازش کی ہے۔ انڈیا کے پاس کشمیر داخل ہونے کا ایک ہی راستہ گورداسپور تھا جب کہ یہاں کی اکثریت مسلمانوں کی تھی۔ یہیں پر قادیانیوں کا مشہور مرکز قادیان تھا تو جب گورداسپور کی پاکستان کے ساتھ الحاق کی بات ہوئی تو مرزائیوں نے جو اس وقت اپنے آپ کو مسلمان کہلانے پر اصرار کرتے تھے انہوں نے اپنا ناطہ انڈیا سے جوڑنے کی بات کی اس طرح گورداسپور کا پاکستان کے ساتھ الحاق نہ ہونے کا سبب مرزائیوں کی پاکستان سے شعوری نفرت کا ہی نتیجہ ہے۔

*حالات حاضرہ پر نظر رکھنے والے حلقوں کا کہنا ہے کہ مرزائی کشمیر میں اپنی سٹیٹ بنانا چاہتے ہیں۔ آپ کی معلومات کیا کہتی ہیں؟

یہ خیال بڑی حد تک درست ہے مرزائی زیر زمین رہ کر اپنا کام کر رہے ہیں اور وہ کشمیر کو اپنی سٹیٹ بنانے کے لئے سازش بھی کر رہے ہیں۔ کشمیر پر تھرڈ آپشن یا خود مختار کشمیر کے نعرے لگانے والوں کے پیچھے در حقیقت مرزائیوں کا ہی ہاتھ ہے۔ اور اس بات کا احساس شاید اس نعرے یا ایشو پر آواز بلند کرنے والوں کو بھی نہیں ہے اور مرزائیوں کو تو اس بات پر بڑا ہی قلق ہے کہ وہ دنیا میں دربدر ہو رہے ہیں۔ جب کہ اسلام اور پاکستان کی دشمن طاقتیں انہیں سپورٹ کرتی ہیں۔ انہیں مراعات دیتی ہیں۔ انہیں پاکستان میں غیر مسلم قرار دیئے جانے کا دکھ اتنا ہے کہ ان کے روحانی پیشوا نے حال ہی میں ایک بیان دیا تھا کہ "میں ۱۹۷۳ء کا آئین ٹوٹتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔" تمہیں کیا تکلیف ہے؟ اس لئے کہ اس آئین میں تمہیں غیر مسلم قرار دیا گیا ہے اور تم پاکستان کا اسلامی ریاست بننا گوارہ نہیں کرتے۔ مرزائی برطانیہ اور امریکہ کے پٹھو

ین وہ ان ممالک کے مفادات کے لئے کام کرتے ہیں اسی لئے وہ پاکستان میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کو دیکھنا گوارہ نہیں کرتے۔

۱۹۳۱ء کی تحریک کشمیر میں مجلس احرار اسلام کا کردار بانی کی حیثیت سے ہے۔ تب بھی مرزائیوں کے خلیفہ مرزا بشیر الدین نے کشمیر کو قادیانی ریاست بنانے کی سازش کی۔ مجلس احرار اسلام نے سازش بے نقاب کی، علامہ اقبال مرحوم نے احرار کی تحریک پر ہی کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دیا پھر مجلس احرار نے تحریک کشمیر کو اپنے ہاتھ میں لیکر پچاس ہزار رضا کار قید کرائے اور ڈوگرہ راج کے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

* پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے آپ کیا سوچ رکھتے ہیں؟

مسلمان کبھی بھی اپنے طریقہ سے انقلاب نہیں لاسکتا مسلمان کا دین "اسلام" اللہ کی طرف سے آیا ہے۔ مجس احرار پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اختیار کرنا چاہتی ہے۔ پاکستان کی دینی جماعتیں اور قوتیں حکمرانوں پر دباؤ ڈالیں کہ وہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کریں ورنہ عوام خود کھڑے ہوں گے۔ ہم حکمرانوں کو مزید موقع دینے کے حق میں نہیں ہیں۔ جب بھی کوئی اسلامی جماعت کھڑی ہو گی ہمارا تعاون اس کے ساتھ ہوگا۔ پاکستان کی قیادت دین سے باغی طبقہ کے ہاتھ میں ہے اور نواز شریف اور بے نظیر اس طبقے کے سرخیل ہیں۔ حکمران اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ تو پھر اسلام نافذ کردیں ورنہ اب یہ نوشتۂ دیوار ہے کہ پاکستان میں اسلام نافذ ہو کر رہے گا۔ اور یہ انقلاب کے ذریعے ہوگا۔ نفاذ اسلام کا اور کوئی راستہ اور طریقہ نہیں۔ جمہوریت اسلام کی قتل گاہ ہے۔ اس کے ذریعے اسلام کبھی نافذ نہیں ہوسکتا۔ حکمران حالات کے تیور پڑھ لیں اور افغانستان کے اسلامی انقلاب کو نظر انداز نہ کریں۔ اس کے اثرات پاکستان پر براہ راست مرتب ہو رہے ہیں۔ جو یقیناً نتیجہ خیز ثابت ہوں گے۔ (بشکریہ روزنامہ مرکز اسلام آباد، ۵، مئی ۱۹۹۸ء)

محمد نوید ناظم نشرو اشاعت مجلس احرارِ اسلام بورے والا

* نفاذِ شریعت سے قبل ذرائع ابلاغ کو منکرات وفواحش سے پاک کیا جائے

---

* نواز شریف خود ٹھیک ہوجائیں تو سارا معاشرہ درست ہوجائیگا۔

---

* جمہوری نظام بد دیانت سیاست دانوں کے قومی جرائم کی آماجگاہ ہے۔

بورے والہ میں حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری کا خطاب

مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی رہنما اور جامعہ ختم نبوت ربوہ کے مہتمم ابنِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری ۱۱، ستمبر ۱۹۹۸ء کو بورے والہ کے تنظیمی دورہ پر تشریف لائے تو احرار کارکن سراپا استقبال تھے۔ آپ نے جامع مسجد ڈی بلاک میں اجتماعِ جمعہ سے بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ آپ کے

خطاب سے قبل جناب حافظ محمد اکرم نے نعت سنائی اور بارگاہ رسالت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ حضرت پیر جی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

وزیراعظم نواز شریف نے شریعت بل پیش کر کے پاکستان میں نفاذ شریعت کا عندیہ دیا ہے۔ اگر تو صرف نفاذ شریعت کی بات ہے تو مجلس احرار اسلام بھرپور تعاون کے لئے تیار ہے مگر نفاذ شریعت سے قبل فضاء کو پاک کرنا از بس ضروری ہے۔ ایک طرف ملک میں شراب خانے کھلے ہوئے ہیں۔ جوے اور زنا کے اڈے انتظامیہ کی سرپرستی میں چل رہے ہیں۔ اخبارات اور ٹی وی ریڈیو سے فحاشی اور بے حیائی پھیلائی جا رہی ہے اور دوسری طرف نفاذ شریعت کا اعلان ہو رہا ہے۔ وزیراعظم شریعت بل کی منظوری سے قبل منکرات و فواحش کو حکماً بند کریں۔ یہ تو ان کے اختیار میں ہے۔ منکرات کی موجودگی سے ہی ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو رہا ہے اور حکومت مشکلات اور بحرانوں کے بھنور میں پھنستی چلی جا رہی ہے۔

انہوں نے کہا کہ یہ بھی جمہوری پارلیمانی نظام کو قبول کرنے کا نتیجہ ہے کہ پاکستان کے بے دین سیاست دان اور نام نہاد دانشور کھلے عام نفاذِ شریعت کی مخالفت کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ جمہوریت سب سے بڑی لعنت ہے جو دنیا کے خبیث انسانوں کی ذہنی اختراع ہے۔ یہ نظام بددیانت سیاست دانوں کے قومی جرائم کی آماجگاہ ہے۔ جمہوریت مشرکانہ و کافرانہ نظام ریاست و حکومت ہے جس نے پاکستان کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ ہمارا خاندانی اور سماجی نظام تباہ کر دیا ہے۔ آزادئ اظہار کے نام پر تمام بدلگاموں اور بدزبانوں کو کھلا چھوڑ دیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ اس طاغوتی نظام کو تباہ کرنا مجلس احرارِ اسلام کا نصب العین ہے۔ انسانی حقوق کا تحفظ اور انسانیت کی بھلائی صرف اور صرف اسلام کے شورائی نظام میں ہے۔ وزیراعظم خود ٹھیک ہو جائیں تو معاشرہ بھی درست ہو جائے گا۔

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم نے بورے والہ میں اپنے قیام کے دوران مختلف تقاریب میں شرکت کی جناب رانا محمد خالد کے ہاں مقامی احرار کارکنوں سے ملاقات کی۔ بعد میں زیرِ تعمیر مدرسہ ختم نبوت کے پلاٹ کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ مقامی ناظم صوفی عبدالشکور احرار، رانا محمد خالد اور ڈاکٹر محمد ریاض آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے مدرسہ کی تعمیر کے سلسلہ میں صلاح مشورہ کیا اور بعد میں صوفی عبدالشکور احرار کے ہاں چک نمبر 261/E-B میں تشریف لے گئے۔ بورے والہ شہر میں جناب علامہ عبدالنعیم نعمانی صاحب کے ہاں بھی تشریف لے گئے آپ نے مختلف تقاریب میں کارکنوں سے ملاقات کے دوران جماعت کی تنظیم و ترقی اور نظام کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لئے ہدایات دیں۔ حضرت پیر جی مدظلہ کا یہ مختصر دورہ جماعت کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المھیمن بخاری مدظلہ کی تبلیغی و تنظیمی مصروفیات

۷ ستمبر کو دارِ بنی ہاشم ملتان میں یومِ تحفظ ختم نبوت کے اجتماع سے خطاب کیا۔
۱۱ ستمبر کو بورے والہ شہر میں اجتماع جمعہ سے خطاب اور کارکنوں سے جماعت کی تنظیم کے سلسلہ میں صلاح مشورہ۔
علاوہ ازیں ضلع وہاڑی کے مختلف یونٹوں کا دورہ اور تنظیمی صورت حال کا جائزہ لیا گیا۔
۱۸ ستمبر کو مدرسہ عباسیہ دیپالپور کی علی مسجد میں خطبۂ جمعہ اور شام کو نواحی گاؤں میں مدرسہ کی طالبات کی تقسیم اسناد کی تقریب میں شرکت
اگلے تین روز ضلع ساہیوال میں تنظیم سازی کے سلسلہ میں مصروف رہے اور قیام دفتر احرار چیچاوطنی میں رہا۔
۲۴ ستمبر کو بعد از عشاء جامعہ صدیقیہ بہل ضلع بھکر میں اجتماع سے خطاب کیا۔ مجلس احرار اسلام بہل کے امیر حافظ عبدالرؤف جلسہ کے داعی تھے۔
۲۵ ستمبر کو مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان کے رکن محترم غلام حسین صاحب کی دعوت پر ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لے گئے۔
دارالعلوم نعمانیہ کی مسجد میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعد نماز عشاء جامع مسجد چودھواں میں درس قرآن کریم دیا۔ چودھواں میں حرکت المجاھدین کے رہنما جناب خیر محمد اور جناب نور محمد و برادران آپ کے میزبان تھے۔
۲۸ ستمبر کو صوفی اللہ بچایا کی دعوت پر موضع لگری خورد ضلع وہاڑی تشریف لے گئے اور جلسہ سے خطاب کیا۔
۲۹ ستمبر کو چاہ لگروالا (موضع محبت پور) ضلع وہاڑی میں اجتماع سے خطاب کیا۔
یکم اکتوبر کو لیاقت پور قاری ظہور الرحیم صاحب کے ہاں تشریف لے گئے اور ۲ اکتوبر کو اسلام پور میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ مولانا ابو معاویہ فقیر اللہ اور حافظ محمد اکرم آپ کے ہمراہ تھے۔
علاوہ ازیں لیاقت پور اور نواح میں احرار کارکنوں سے ملاقات اور تنظیم سازی کی۔

مدیر نقیب ختم سید محمد کفیل بخاری کی تنظیمی و تبلیغی مصروفیات

۵ ستمبر کو جامع مسجد عثمانیہ (لودھراں) میں بعد نماز عشاء ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کیا۔ کانفرنس کا اہتمام مجلس تحفظ ختم نبوت نے کیا تھا۔ جبکہ مولانا سید احمد سعید کاظمی اور جناب نور محمد مجاھد داعی تھے۔
۷ ستمبر کو دارِ بنی ہاشم میں یوم تحفظ ختم نت کے جلسہ سے خطاب۔
۸ تا ۱۲ ستمبر دفتر احرار لاہور میں قیام کیا، مختلف احباب سے ملاقاتوں اور تنظیمی امور میں مصروف رہے۔
۱۱ ستمبر کو جامعہ فتحیہ اچھرہ میں "اسلام میں جہاد کی اہمیت" کے موضوع پر اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔
دفتر احرار میں متعدد اہم اجلاس ہوئے جن میں حکومت کے مجوزہ "شریعت بل" کا تفصیلی جائزہ و مطالعہ کیا گیا۔ ان اجلاسوں میں جناب محمد ظفر اقبال چوھدری ایڈووکیٹ، جناب رفیق اختر جنجوعہ، جناب محمد عباس،

جناب شاہد بٹ، ملک محمد یوسف، میاں محمد اویس اور شیخ محمد رفیق شریک ہوتے رہے۔ چنانچہ طویل بحث اور غور وفکر کے بعد مجلس احرار اسلام کی طرف سے چند تجاویز (برائے پندرھویں آئینی ترمیم) مرتب کی گئیں۔ جناب سید کفیل بخاری نے ۹ ستمبر کی شام صدر مملکت جناب محمد رفیق تارڑ کی رہائش گاہ (لاہور) پر ان سے ملاقات کی اور شریعت بل کے حوالے سے تبادلۂ خیالات کیا۔ نیز جماعت کا موقف بھی ان پر واضح کیا۔

۱۳ ستمبر کو میاں محمد اویس، چوہدری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ اور ملک محمد یوسف کے ہمراہ اسلام آباد روانہ ہوگئے۔

۱۴ ستمبر کو قائد احرار، ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری کی قیادت میں مجلس احرار اسلام کے ایک وفد نے صدر مملکت جناب محمد رفیق تارڑ سے ملاقات کی اور جماعت کی طرف سے مجوزہ آئینی ترمیم انہیں پیش کی۔

۱۷ ستمبر تک حضرت قائد احرار کے ساتھ راولپنڈی میں جناب فیض الحسن فیضی ایڈووکیٹ ناظم مجلس احرار اسلام (راولپنڈی) کے ہاں قیام رہا۔ مرکزی ناظم نشر و اشاعت جناب عبداللطیف خالد چیمہ، مرکزی رکن شوریٰ جناب محمد عمر فاروق، ملک محمد یوسف، چوہدری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ اور میاں محمد اویس بھی اس تمام عرصہ میں یہاں موجود رہے۔ حضرت قائد احرار نے مختلف امور پر صلاح مشورہ کیا اور اجلاس کی مختلف نشستیں ہوئیں۔ مقامی رہنما جناب ڈاکٹر جمال الدین محمد انور، جناب مرزا غلام قادر صاحب، جناب پیر محمد ابوذر، اور جناب رفیق غلام ربانی بھی ان اجلاسوں میں شریک ہوتے رہے۔ جماعت کے ایک وفد نے میاں محمد اویس کی قیادت میں مری، ایوبیہ اور خانس پور کا بھی دورہ کیا اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے احباب سے ملاقاتیں اور نشستیں منعقد کیں۔ جماعت کے قیام کے لئے متعدد افراد سے مشورہ کیا گیا اور حوصلہ افزا فضاء قائم ہوئی مدیر نقیب ختم نبوت، حضرت قائد احرار کے ہمراہ ۱۷ ستمبر کو گجرات پہنچے اور وہیں سے سیدھے ملتان پہنچے۔ ۱۸ ستمبر کو دارِ بنی ہاشم میں خطبۂ جمعہ دیا۔ ۳۰ ستمبر کو حضرت مولانا عبدالرحمن کی دعوت پر لیہ پہنچے اور بعد از عشاء مدرسہ اشرف المدارس میں منعقدہ عظمت قرآن کانفرنس کے ایک بڑے دینی اجتماع سے خطاب کیا۔ یکم اکتوبر کو دارِ بنی ہاشم میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب کیا۔

بقیہ از ص ۶۳

آپ نے تو ہمیشہ جھونپڑی میں گزارا کیا اور غریب کو پوری پیالی چائے پلائی۔

○ مجھے شوگر کا مرض لگ گیا ہے (آصف زرداری)

لوٹی ہوئی دولت واپس کردیں۔ خاتمۂ شوگر کا مجرب نسخہ

○ متعدد مسیحی تنظیموں نے شریعت بل مسترد کر دیا (ایک خبر)

بے نظیر، ولی خان اور دیگر لادین سیاست دانوں نے بھی شریعت بل مسترد کر دیا ہے۔

ساغر اقبالی

زباں میری ہے بات ان کی

○ شریعت کا راستہ روکنے کے لئے تمام طبقے اٹھ کھڑے ہوں (عابد حسن منٹو)

جن کے دلوں میں دین پیمبر سے ہے عناد
ان کے سروں پہ ضرب کلیمانہ چاہیئے

○ بے نظیر کے پلے کچھ نہیں رہا۔ (شہباز شریف)

آپ بہتر جانتے ہوں گے

○ جمہوریت میں ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا (شہباز بھٹی)

سچ کہا تم نے۔۔۔کھلے ای کھاؤ تے ننگے ای نہاؤ!

○ پڑوسی افغان سرحدوں کا احترام کریں (امریکہ)

اور دور والے میزائل پھینکتے رہیں۔ لعنت ہے تم پر

○ شریعت اوپر سے مسلط نہیں کی جارہی (نواز شریف)

آپ کا فرمان بجا مگر........پہلے اپنے اوپر شریعت نافذ کریں۔

○ وقت آنے پر ایک ہی کِکے سے حکومت ختم کردیں گے (زرداری)

اتنے میں کوئی اور مونچھیں صاف کرنے والا آجائے گا۔

○ قرآن وسنت کی بالادستی پر مکمل اتفاق رائے ہے۔ (صدر تارڑ)

مگر افسوس! نافذ نہیں کرسکتے۔

○ ۷۳ء کا آئین خطرے میں ہے (ولی خان)

خو! طالبان سب ٹھیک کردیں گے۔

○ لاہور کے سترہ پولیس افسروں کے اداکاراؤں سے تعلقات ہیں۔ (ڈی آئی جی لاہور)

چکلہ اور کسے کہتے ہیں؟

○ نواز شریف کو نفاذ شریعت سے روکیں (بے نظیر کا کلنٹن کو خط)

بی بی کو "کلنٹن والا نظام" پسند ہے۔

○ اللہ خیر کرے گا آپ کا نمبر جلد لگے گا" بابا دھنکہ نے شیر پاؤ کو تین چھڑیاں لگائیں (ایک خبر)

دنیا میں جب تک بے وقوف موجود ہیں کوئی بھوکا نہیں مرتا۔

○ نفاذ شریعت۔ میری نیت صاف ہے (نواز شریف)

جنرل ضیاء الحق کی نیت بھی صاف تھی۔

○ بیورو کریسی کی پر تعیش اور بے جا سہولیات ختم کرنے کا فیصلہ۔ (ایک خبر)

کون ختم کرسکتا ہے؟ بیورو کریسی کے ہم جنس حکمران؟

○ قائد اعظم روشن خیال تھے۔ پاکستان میں نفاذ اسلام نہیں چاہتے تھے۔ (حنیف رامے)

قائد اعظم کیا چاہتے تھے؟ پچاس برس ہوگئے یہ معمہ حل نہیں ہوا۔

○ اسامہ بن لادن میری حکومت کے خلاف تھے (بے نظیر)

وہ امریکہ کو آنکھیں دکھا رہا ہے۔ کیا اوقات ہے تمہاری؟

○ اسلام کو اوپر سے نافذ کرنے کی کوشش اچھی نہیں (ایس ایم ظفر)

کہ اس طرح نیچے سے آپ کی جمہوریت زخمی ہوتی ہے۔

○ ہم شریعت کا نفاذ نہیں ہونے دیں گے (شہباز بھٹی)

اے سفلہ و بداصل و بدزبان...... آرہے ہیں طالبان

○ نواز شریف خود محلات میں رہتے ہیں اور غریب سے کہتے ہیں آدھی پیالی چائے پئیو۔ (بے نظیر)

بقیہ ص ۶۱ پر

بقیہ از ص ۶۴

قاری محمد عبد اللہ رحمہ اللہ رحلت فرما گئے

مصاحب امیر شریعت حضرت مولانا قاری محمد عبد اللہ رحمہ اللہ (تونسوی) گزشتہ ماہ انتقال کر گئے مرحوم ہمارے بہت ہی مہربان اور حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے عقیدت مندوں میں سے تھے اور ابناء امیر شریعت سے بہت ہی محبت و پیار سلوک کرتے تھے۔

آپ کی شخصیت کا تعارفی اور تعزیتی مضمون ان شاء اللہ آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیے۔

ادارہ نقیب ختم نبوت کے اراکین تمام مرحومین کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعاء کرتے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لئے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالی سب کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر عطاء فرمائے (آمین)

مسافرانِ آخرت

ادارہ

مستری محمد سلطان مرحوم

مسجد نور مدرسہ معمورہ (ملتان) کے مدرس حافظ رحیم بخش صاحب کے بھتیجے اور قاری محمد رمضان مدرس مدرسہ کنزالقرآن و الحدیث (چیچا وطنی) کے جواں سال بھائی مستری محمد سلطان، محمود کوٹ میں کرنٹ لگنے سے انتقال کر گئے۔

جناب خورشید احمد کو صدمہ:

مجلس احرار اسلام مظفر گڑھ کے کارکن جناب خورشید احمد صاحب کے والد ماجد گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

حافظ محمد جمال صاحب کو صدمہ:

مجلس احرار اسلام کے قدیمی کارکن محترم حافظ محمد جمال صاحب آف غازی پور (ضلع رحیم یار خان) کی جواں سال بہو گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔

محمد اشفاق مرحوم

مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے جواں سال کارکن جناب محمد اشفاق مرحوم ۲۲ ستمبر ۱۹۹۸ء بروز منگل اچانک انتقال کر گئے۔ مرحوم کے انتقال سے اراکین جماعت کو گہرا صدمہ اور نقصان پہنچا ہے۔ مرحوم انتہائی خلیق، محنتی، مخلص اور جماعت کے مشن کے لئے ہمہ وقت مستعد رہنے والے نوجوان تھے، ان کی عمر تقریباً ۲۳ سال تھی۔ مرحوم کے والد جناب محمد یعقوب صاحب اور دیگر اعزہ جواں سال بیٹے کی رحلت سے انتہائی غمزدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے (آمین)

جناب اورنگزیب اعوان کو صدمہ:

ہزارہ سے ہمارے مہربان اور کرم فرما محترم اورنگزیب اعوان صاحب کے والد ماجد گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

مولانا محمد اسلم شیخوپوری کو صدمہ:

جامعہ بنوریہ کراچی کے استاذ اور ممتاز عالم مولانا محمد اسلم شیخوپوری کے والد ماجد گزشتہ دنوں رحلت فرما گئے۔

والدہ مرحومہ سید سجاد حسین بخاری:

لاڑکانہ سے ہمارے رفیق فکر محترم سید سجاد حسین بخاری کی والدہ ماجدہ گزشتہ دنوں انتقال فرما گئیں۔

منتظم دفتر نقیب ختم نبوت محمد یوسف شاد کے عزیز، ظہور احمد کے والد میاں اللہ بخش ہنجرا گڑھ موڑ میں ۲۰ ستمبر ۹۸ء کو انتقال کر گئے۔

بقیہ ص ۶۳ پر

مولانا عبدالقیوم حقانی کی ادارت میں شائع ہونے والا

ماہنامہ القاسم

■ علمی و تحقیقی مضامین ■ حالات حاضرہ پر جاندار تجزیئے ■ جدید موضوعات ■ فرق باطلہ کا بھرپور تعاقب ■ عالم اسلام کی اسلامی تحریکوں بالخصوص طالبان افغانستان و مجاہدین کشمیر کی خبریں اور مسائل

■ تعارفی مہم جاری ہے۔

■ پہلا پرچہ مفت طلب کریں ■ فی پرچہ 10 روپے ■ سالانہ 120 روپے

رابطہ: دفتر ماہنامہ القاسم، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد اڈہ زڑہ میانہ ضلع نوشہرہ صوبہ سرحد، پاکستان، فون: 630237- 630611 (0923)

○○○

کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس

جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی صدیق آباد (ربوہ) مورخہ ۱۶/۱۵ اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز جمعرات جمعہ ۱۷ ویں سالانہ کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے زعماء، دینی و سیاسی شخصیات، علمائے کرام، مشائخ عظام خطاب فرمائیں گے۔ اسلامیان پاکستان سے اپیل ہے کہ بھرپور شرکت کر کے کانفرنس کو کامیاب بنائیں۔

الداعیان

(حضرت مولانا خواجہ) خان محمد، امیر مرکزیہ

(حضرت مولانا) محمد یوسف لدھیانوی، نائب امیر

دفتر استقبالیہ

جامع مسجد و مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی صدیق آباد (ربوہ)، فون: 04524-212611

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، صدر دفتر حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان، فون: 514122

اسامہ بن لادن نمبر

نقیبِ ختم نبوت کا آئندہ شمارہ نومبر ۱۹۹۸ء
''اسامہ بن لادن'' نمبر ہو گا۔

عالم اسلام کے عظیم مجاہد کی کہانی

افغانستان اور سوڈان پر امریکی حملوں کا نتیجہ؟

اسامہ بن لادن کے عزائم

اور دیگر کئی عنوانات پر ایک بھرپور اور خصوصی اشاعت

قیمت وہی عام شمارہ کی -/15 روپے

نقیب ختم نبوت کے سالانہ خریدار بن کر یہ نمبر ساتھ حاصل کریں۔

سالانہ زر معاونت -/150 روپے

ناظم ماہنامہ نقیب ختم نبوت

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان فون: ۵۱۱۹۶۱